RG. E.P. NO 661

رجسٹرڈ ای پی نمبر ۸۶۱

جلد ۲ | ۲۸ ظہور ۱۳۳۲ہش ۔ ۱۷ ذوالحجہ ۱۳۷۲ھ ۲۸ اگست ۱۹۵۳ء | ۳۲

عید الاضحی کے موقعہ پر قادیان میں ایک تقریب

قادیان مورخہ ۲۲ اگست عید الاضحی کی خوشی کی تقریب میں آج ساڑھے پانچ بجے جناب ناظر صاحب امور عامہ سلسلہ احمدیہ قادیان نے شہر کے بعض معززین کو چائے پر مدعو کیا۔ اس تقریب میں علاوہ اور معززین اور سرکاری افسراں کے مندرجہ ذیل دوست شامل ہوئے۔

سردار گوردیال سنگھ صاحب باجوہ پریذیڈنٹ سنگھ سبھا قادیان۔ ڈاکٹر کیدار ناتھ صاحب پریذیڈنٹ میونسپل کمیٹی قادیان۔ گیانی لابھ سنگھ صاحب فخر جنرل سیکرٹری سنگھ سبھا و وائس پریذیڈنٹ میونسپل کمیٹی۔ سیٹھ بانکے لال صاحب صدر کانگرس کمیٹی قادیان۔ ڈاکٹر مان سنگھ صاحب انچارج سرکاری نور ہسپتال قادیان۔ جناب ہیڈ ماسٹر صاحب خالصہ ہائی سکول قادیان۔ باوا بلونت سنگھ صاحب ڈیل ار کانگرس ورکر۔ پنڈت ملکھراج صاحب کانگرس ورکر۔

چائے کے اختتام پر جناب مولوی عبد الرحمٰن صاحب ناظر اعلیٰ نے جملہ دوستوں کا جو تشریف لائے تھے شکریہ ادا کیا۔ جس کے جواب میں گیانی لابھ سنگھ صاحب فخر نے مختصراً الفاظ میں جماعت احمدیہ کا شکریہ ادا کیا۔ اور عید مبارک پیش کی۔ نیز فرمایا کہ:-

مذہبی تہواروں کی ایک بڑی غرض باہمی محبت و پیار اور میل جول ہوتی ہے۔ احمدیہ جماعت نے عید الاضحیٰ کے موقعہ پر شہر کے معززین کو مدعو کر کے اس غرض کو بااحسن پورا کیا ہے۔ میں تمام جماعت کو "عید مبارک" عرض کرتا ہوں۔ احمدیہ جماعت نے اس تقریب کو قائم کر کے ہمارے لئے مذہبی تہواروں میں رہنمائی کی ہے۔ اور عمدہ نمونہ پیش کیا ہے۔ جس پر عمل کرنے سے ہمارے ملک میں رواداری اور باہمی محبت کی فضاء اور اصلاح ہو سکتی ہے۔

گیانی صاحب کے بعد باوا بلونت سنگھ صاحب نے مختصر الفاظ میں جماعت کا شکریہ ادا کیا۔ اور "عید مبارک" پیش کی۔ نیز کہا کہ جب ۱۹۴۷ء کے ہولناک واقعات کے نتیجہ میں ہم تکلیف اٹھا کر ہندوستان پہنچے۔ تو ہمارا خیال تھا کہ ہم جنت میں آ گئے ہیں۔ اور یہ کہ ان برے اور مصیبت کے واقعات کو دیکھ کر اب ہمارے اندر ہمیشہ کے لئے تبدیلی پیدا ہو جائے گی۔ ہمارے اندر سے کینہ۔ کپٹ۔ لالچ۔ حرص اور بداخلاقی جاتی رہے گی۔ لیکن مجھے افسوس سے یہ کہنا پڑتا ہے کہ تھوڑے ہی عرصہ میں ہم ان برائیوں کے پہلے سے بھی بڑھ کر شکار ہو گئے ہیں۔ اور ہمارے حالات پہلے سے بدتر ہوتے جا رہے ہیں۔ لیکن ہم قادیان نواسیوں کو ایک خوشی اور فخر ہے کہ ہم میں احمدی مسلمان جو اخلاق اور رواداری میں مشہور ہیں موجود ہیں۔ اور ان کے ساتھ تعلقات کی وجہ سے گویا ہم اپنے آپ کو بہشت اور سورگ میں پاتے ہیں۔ آخر میں میں دوبارہ جماعت احمدیہ کو مبارکباد دیتا ہوں اور ان کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

یہ تقریب نماز مغرب کے قریب بخیر و خوبی سرانجام ہوئی۔ سلسلہ کی طرف سے اس میں جناب مولوی عبد الرحمٰن صاحب ناظر اعلیٰ و امیر مقامی۔ جناب مولوی برکات احمد صاحب راجیکی ناظر امور عامہ و ایڈیٹر بدر۔ مکرم ڈاکٹر بشیر احمد صاحب انچارج احمدیہ شفاخانہ۔ مکرم مرزا برکت علی صاحب آف آبادان۔ مکرم مولوی برکت علی صاحب جنرل سیکرٹری لوکل کمیٹی قادیان شامل ہوئے۔

محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عید کے موقعہ پر دعوت طعام

قادیان مورخہ ۲۲ اگست محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ اور آپ کی بیگم صاحبہ کی طرف سے جملہ صحابہ کرام سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام مقیم قادیان۔ جن کی تعداد اس وقت چودہ کے قریب ہے۔ شام کے کھانے پر مدعو کیا گیا۔ صحابہ کرام کے علاوہ بعض اور دوستوں کو بھی مدعو کیا گیا۔ دعوت طعام سیدۃ النساء حضرت ام المومنین نور اللہ مرقدہا کے دالان میں جو بیت الفکر کا حصہ ہے بعد نماز مغرب دی گئی۔ اختتام پر جناب مولوی عبد الرحمٰن صاحب فاضل نے حاضرین سمیت لمبی دعا فرمائی۔

اخبار احمدیہ

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز تاحال سندھ و کراچی کے دورہ پر ہیں۔ نصف ستمبر تک ربوہ میں حضور کی واپسی متوقع ہے۔ احباب اپنے مقدس آقا کی صحت و سلامتی اور مقاصد عالیہ میں فائز المرامی کے لئے دعائیں جاری رکھیں۔

عید الاضحیٰ کی نماز

قادیان مورخہ ۲۱ ؍ ۸ ؍ ۵۳ نماز عید ۸ بجے صبح مسجد اقصیٰ میں پڑھی گئی (چونکہ باغ بہشتی مقبرہ میں بوجہ بارش زمین نمدار تھی) خطبہ جمعہ جناب مولوی عبد الرحمٰن صاحب فاضل نے پڑھا (یہ خطبہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کا فرمودہ تھا) خطبہ کے بعد دعا بھی کی گئی۔ سب دوستوں اور احباب سے مصافحہ اور معانقہ کرتے ہوئے ایک دوسرے کو مبارکباد پیش کی۔ عید میں بعض قریب کے دیہات کے مسلمان بھی شریک ہوئے۔

بہائی کانفرنس حیدرآباد میں جماعت احمدیہ کی شمولیت

بتاریخ ۲۲ اگست ۱۹۵۳ء مقامی مذہبی بہائی اسمبلی کی جانب سے جماعت احمدیہ حیدرآباد دکن کے ممتاز افراد مدعو تھے۔ محترم عبد اللہ بھائی صاحب و مکرم مولوی سید بشارت احمد صاحب امیر جماعت احمدیہ و مولوی محمد الدین صاحب مبلغ سلسلہ کو خاص طور پر یاد کیا گیا تھا۔ اور بہت نفیس و خوبصورت دعوت نامے جاری کئے گئے تھے۔ حضرت امیر جماعت احمدیہ حیدرآباد سے تحریراً تقریر کی بھی خواہش کی گئی تھی مقصد اس کانفرنس کا یہ تھا کہ اتحاد بین الاقوام کے موضوع پر مختلف بڑے بڑے مذاہب کے نمائندے اپنے اپنے خیالات کا اظہار کریں زرتشتی ہندو ازم۔ بدھ ازم۔ مسیحی یہودی اور اسلام کے عالموں سے خواہش کی گئی تھی۔ کہ جناب بہاء اللہ کی یکصد سالہ جوبلی کے موقع پر عنوان مقررہ پر اپنے مقالات سے پبلک کو مستفید کریں۔ ہر مقرر کے لئے وقت ۱۵-۱۵ منٹ مقرر تھا جو ناکافی تھا۔ تاہم اس مجلس میں جو علم دوست سنجیدہ اصحاب سے معمور تھی بڑی اچھی اچھی تقریریں ہوئیں۔ جناب شہریار صاحب پروفیسر جامعہ عثمانیہ پارسی مذہب کے نمائندے تھے صدارت کے فرائض بھی انجام دیئے۔ مکرم مولوی سید بشارت احمد صاحب نے بزبان اردو ایک بہت سنجیدہ اور برجستہ و مختصر وقت میں اتحاد عالم کے موضوع پر لطیف تقریر فرمائی۔ جس کا خیر مقدم تالیوں کی گونج سے کیا گیا۔ مس شیریں خانم نے بہائیت کی جانب سے تقریر بزبان انگریزی کی جس میں بتایا کہ جناب بہاء اللہ کو قید خانہ میں جو الہام الٰہی ہوا وہ یہی تھا کہ تمام بنی نوع انسان کے ساتھ محبت و اتفاق و اتحاد سے رہیں ماہ اکتوبر ۵۳ء میں دہلی کے مقام پر ایک عظیم الشان تقریب یکصد سالہ جوبلی منائی جائے گی۔ عیسائیت کے نمائندے ریورنڈ علوی صاحب نے اپنے مذہب کی نمائندگی کی۔ اور خود پروفیسر شہریار صاحب صدر جلسہ نے حضرت زرتشت نبی کے دلچسپ حالات بیان فرمائے۔ اپنی مقدس کتاب گاتھا کے حوالے وہ جا بجا دیتے چلے جاتے تھے۔ انہوں نے فرمایا کہ میرے حد علم تک حضرت زرتشت ایک بہت قدیم نبی گذرے اور ان کی تعلیمات کا اصل نچوڑ توحید الٰہی ہے۔ اور یہی اصل وحدت نسل انسانی کے لئے بہت موثر ہے۔ مولوی محمد الدین صاحب مبلغ سلسلہ کا نام اگرچہ مقررین میں نہیں تھا لیکن پبلک کے اصرار پر مولوی صاحب موصوف کی تقریر بھی ہوئی۔ جس میں یہ کہا گیا۔ کہ اسلام میں ایک پیشگوئی تھی کہ ایسی مجالس ہوا کریں گی۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ خدا تعالیٰ واحد ثابت ہوگا! اور یہی بات اتحاد و وحدت کی کلید ہوگی۔ تقریر بہت پسند کی گئی۔ جماعت احمدیہ کی طرف سے راقم عبد القادر صدیقی سیکرٹری دعوۃ و تبلیغ و مولوی بشیر محمد خان صاحب بی۔ اے سکرٹری تعلیم و تربیت و مکرم مرزا منور احمد صاحب انسپکٹر بیت المال و دیگر احباب بھی شریک تھے اسی قسم کی مجالس عیسائی اصحاب کی جانب سے کی جاری ہیں جس میں خاکسار اور دیگر احباب شریک رہتے ہیں۔ اسی قسم کی مجالس جماعت احمدیہ کی جانب سے منعقد کی جانے کی تجویز زیر غور ہے۔ حیدرآباد میں تبلیغ کے نئے نئے مواقع فراہم

بھائی عبد الرحمٰن قادیانی پرنٹر و پبلشر نے راما آرٹ پریس امرتسر میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا۔

لال قلعہ کی "موتی مسجد" کا دربان!

کچھ عرصہ پیشتر مجھے دہلی میں لال قلعہ میں جانے اور "موتی مسجد" کی زیارت کا موقعہ ملا۔ یہ مقدس یادگار اور عبادت گاہ شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیرؒ کی بنا کردہ ہے۔

یہ دیکھ کر میری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی کہ اس مسجد کی نگرانی اور انتظام کے لئے ایک سکھ دربان مقرر ہے۔ جہاں تک مسجد کی حرمت اور اس کے آداب کا تعلق ہے۔ جس طریق پر ایک مسلمان ان امور کو سمجھ سکتا ہے۔ اور احترام کر سکتا ہے وہ کسی غیر مسلم سے ممکن نہیں۔

جب سیکولر حکومت کا مطلب ایسی حکومت ہے جو غیر مذہبی ہو۔ لیکن جملہ مذاہب کے عقائد اور رسومات کا احترام کرے تو حکومت ہند کو چاہیئے کہ وہ مسلمانوں کے مذہبی جذبات کا احترام کرتے ہوئے "موتی مسجد" اور دوسرے اسلامی تاریخی مقدس مقامات پر مسلمان دربان اور نگران مقرر کرے۔ تاکہ وہ مذہبی روایات کے ماتحت ان کی تحریم و تکریم کر سکیں۔

امید ہے کہ ہماری سیکولر حکومت پوری توجہ سے اس اہم معاملہ میں مسلمانوں کی دلجوئی کرے گی۔ (برکات)

غیر مذہب والوں کے متعلق تعلیم قرآنی

از سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بانی سلسلہ احمدیہ

"سو تعلیم قرآنی ہمیں یہی سبق دیتی ہے۔ کہ نیکوں اور ابرار اخیار سے محبت کرو۔ اور فاسقوں اور کافروں پر شفقت کرو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ۔ یعنی اے کافرو! یہ نبی ایسا مشفق ہے۔ جو تمہارے رنج کو دیکھ نہیں سکتا۔ اور نہایت درجہ خواہشمند ہے۔ کہ تم ان بلاؤں سے نجات پا جاؤ۔ پھر فرماتا ہے: لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ أَلَّا يَكُونُوا مُؤْمِنِينَ۔ یعنی کیا تو اس غم سے ہلاک ہو جائے گا۔ کہ یہ لوگ کیوں ایمان نہیں لاتے۔

مطلب یہ ہے۔ کہ تیری شفقت اس حد تک پہنچ گئی ہے کہ تو اُن کے غم میں ہلاک ہونے کے قریب ہے۔ اور پھر ایک مقام میں فرماتا ہے۔ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ۔ یعنی مومن وہی ہیں۔ جو ایک دوسرے کو صبر اور مرحمت کی نصیحت کرتے ہیں۔ یعنی یہ کہتے ہیں کہ شدائد پر صبر کرو۔ اور خدا کے بندوں پر شفقت کرو۔ اور اس جگہ بھی مرحمت سے مراد شفقت ہے۔ کیونکہ مرحمت کا لفظ زبان عرب میں شفقت کے معنوں پر مستعمل ہوتا ہے۔

ہم بارہا لکھ چکے ہیں۔ کہ پیار اور محبت اسی کا نام ہے۔ کہ اس شخص کے قول اور فعل اور عادت اور خلق کو رضا کے رنگ میں دیکھیں۔ اور اس پر خوش ہوں۔ اور اسی کا اثر اپنے دل پر ڈالیں۔ اور ایسا ہونا مومن سے کافر کی نسبت ہرگز ممکن نہیں۔ ہاں مومن کافر پر شفقت کرے گا۔ اور تمام دقائق ہمدردی بجا لائے گا۔ اور اس کی جسمانی اور روحانی بیماریوں کا غمگسار ہو گا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ بار بار فرماتا ہے۔ کہ بغیر لحاظ مذہب ملت کے تم لوگوں سے ہمدردی کرو بھوکوں کو کھلاؤ۔ غلاموں کو آزاد کرو قرض داروں کے قرض دو۔ اور زیر باروں کے بار اُٹھاؤ۔ اور بنی نوع انسان کی سچی ہمدردی کا حق ادا کرو۔ اور فرماتا ہے۔ إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَىٰ۔ یعنی خدا تعالیٰ نے تمہیں حکم دیتا ہے کہ عدل کرو۔ اور عدل سے بڑھ کر یہ کہ احسان کرو۔ جیسے بچہ سے اس کی والدہ یا کوئی اور شخص محض قرابت کے جوش سے کسی کی ہمدردی کرتا ہے۔ اور پھر فرماتا ہے۔ کہ لَا يَنْهَاكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَلَمْ يُخْرِجُوكُم مِّن دِيَارِكُمْ أَن تَبَرُّوهُمْ وَتُقْسِطُوا إِلَيْهِمْ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ۔ یعنی نصاریٰ وغیرہ سے جو اللہ تعالیٰ نے محبت کرنے سے ممانعت فرمائی تو اس سے یہ نہ سمجھو۔ کہ وہ نیکی اور احسان اور ہمدردی کرنے سے تمہیں منع کرتا ہے۔ نہیں بلکہ جن لوگوں نے تمہارے قتل کرنے کے لئے لڑائیاں نہیں کیں اور تمہیں تمہارے وطنوں سے نہیں نکالا۔ وہ اگرچہ عیسائی ہوں یا یہودی ہوں بے شک ان پر احسان کرو۔ اُن سے ہمدردی کرو۔ کہ خدا ایسے لوگوں سے پیار کرتا ہے"۔ (نور القرآن عدد ۲ صفحہ ۳۸)

اسلامی طریق تنقید و مشورہ

آج کل جس طریق پر سرکاری اور قومی کاموں پر عوام کی طرف سے تنقید کی جاتی ہے۔ اس سے کوئی مفید نتیجہ برآمد نہیں ہوتا۔ بلکہ لوگوں میں بے باکی اور غیر ذمہ دارانہ اعتراضات کرنے کی عادت پڑتی ہے۔ اور راعی اور رعایا کے باہمی تعلقات میں کشیدگی اور بدمزگی پیدا ہوتی ہے۔

اس تعلق میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ نے مجلس مشاورت کے موقعہ پر جو طریق اصلاح اور تنقید کا اسلامی اصولوں کے ماتحت مقرر فرمایا ہے۔ وہ ذیل میں مقتبس کر کے پیش ہے۔ (ایڈیٹر)

"مجلس شوریٰ میں ایک کام ایسا ہوتا ہے۔ جس سے اس وقار اور سنجیدگی کو نقصان پہنچ رہا ہے۔ جو ہماری جماعت کا خاصہ ہے۔ وہ سوالات کا حصہ ہے۔ یاد ہو گا میں نے دوستوں کو کئی بار اس طرف توجہ دلائی ہے۔ پھر بھی سوالات اسی طرز کے ہوتے ہیں۔ جس طرح گورنمنٹوں میں ہوتے ہیں۔ جو سوال کیا جاتا ہے۔ اس کے الفاظ کچھ اور ہوتے ہیں۔ لیکن ان کے نیچے غرض کوئی اور پنہاں ہوتی ہے۔ سوال کے الفاظ سے جو کچھ ظاہر ہوتا ہے۔ سوال کنندہ کا وہ مطلب نہیں ہوتا۔ بلکہ کوئی اور ہوتا ہے۔ سوال کرنے والے کی سوال سے غرض اصلاح نہیں ہوتی۔ بلکہ جن پر سوال کیا جاتا ہے۔ انہیں پھنسانا اور گرفت میں لانا ہوتی ہے۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ جو کارکن جواب دیتے ہیں۔ ان کی یہ بھی کوشش ہوتی ہے۔ کہ ٹال دیں۔ اور موقعہ گذار دیں۔ اس طرح جہاں سوال کرنے والوں کے دلوں پر زنگ لگتا ہے وہاں جواب دینے والوں کو بھی صدمہ اُٹھانا پڑتا ہے۔ اور اس طرح تقویٰ اور دیانت کو نقصان پہنچتا ہے۔ جو طریق تقویٰ اور خشیت اللہ کو نقصان پہنچانے والا ہو۔ وہ کسی صورت میں بھی مفید نہیں ہو سکتا۔ اس لئے میں اب آئندہ کے لئے بند کرتا ہوں۔

اگر کسی کو سلسلہ کے کاروبار میں کوئی نقص نظر آئے۔ تو اس کا فرض ہے۔ کہ وہ صاف طور پر کہے مجھے فلاں نقص نظر آتا ہے۔ اس کی اس طرح اصلاح کی جائے۔ یہ ایک جائز اور مفید طریق ہے اور اس کی میں اجازت دیتا ہوں۔ لیکن یہ کسی طرح جائز نہیں۔ کہ بات دل میں کوئی اور ہو۔ اور ظاہر کوئی اور کی جائے۔ اسی طرح یہ بھی جائز نہیں۔ کہ کوئی کارکن جس سے کوئی غلطی ہو۔ وہ اسے چھپائے۔ اور اس پر پردہ ڈالنے کے لئے کوئی اور جواب گھڑے دنیوی حکومتوں میں سوال کرنے والے کی غرض یہ ہوتی ہے کہ جن سے سوال کیا جائے۔ وہ جواب صحیح نہ دے سکیں۔ اور لوگوں کو ان کی بددیانتی اور ناقابلیت معلوم ہو جائے۔ اور جواب دینے والوں کی غرض یہ ہوتی ہے کہ گو سوال کرنے والے کی بات ٹھیک ہو۔ تو بھی جواب ایسا دیں۔ کہ وہ غلط سی معلوم ہو۔ مگر یہ طریق دین اور تقویٰ اور خشیت اللہ کے لحاظ سے سخت مضر ہے۔ اس لئے میں اسے مٹاتا ہوں یعنی سوال کرنے کا جو طریق اب تک رہا ہے۔ اسے بند کرتا ہوں۔ مگر سوال کرنے کی غرض اور فائدہ کو نہیں مٹاتا۔ سوال کرنے کا بہت بڑا فائدہ بھی ہوتا ہے۔ اور اگر دوسرے لوگ کام کرنے والوں کو ان کے کام کے متعلق مدد دیں تو انہیں بہت کچھ سہارا مل جاتا ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ کارکنوں کی اس طرح مدد کی جائے۔ مگر یہاں شوریٰ میں اتنا وقت نہیں ہوتا۔ کہ ہر ایک کو مشورہ دینے کا وقت مل سکے اس لئے کوئی ایسا طریق ہونا چاہیئے کہ جو دوست کارکنوں کے کام میں امداد کرنا اور انہیں فائدہ پہنچانا چاہیں۔ وہ فائدہ پہنچا سکیں"۔

ضروری درخواست دعا

حضرت ام داؤد احمد صاحب بیگم حضرت میر محمد اسحاق صاحب رضی اللہ عنہ کی صحت ناحال خراب ہے۔ احباب کرام حضرت ممدوحہ کی صحت کاملہ و عاجلہ کے لئے خاص طور پر دعا فرما کر مشکور فرمائیں

نیز حضرت صاحبزادہ مرزا عزیز احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ ماہ ستمبر میں بی۔ اے کا امتحان دے رہے ہیں۔ ان کی کامیابی کے لئے خاص طور پر دعا فرمائی جائے۔

(برکات احمد راجیکی)

ہفت روزہ بدر — قادیان — ۲۸ اگست ۱۹۵۲ء

ناکارہ مویشی

پارلیمنٹ کے حالیہ اجلاس میں یہ انکشاف کیا گیا ہے کہ اس وقت ہندوستان میں ناکارہ مویشیوں کی تعداد ایک کروڑ باون لاکھ ہے۔ وہ لوگ جو حکومت کی سیکولر پالیسی کی وجہ سے گاؤکشی کو مذہبی بنیادوں پر بند نہیں کرا سکتے۔ اور اقتصادی دلائل پر اس کو بند کرانا چاہتے ہیں ان کے لئے ناکارہ مویشیوں کی یہ بڑی تعداد قابل غور ہے۔ کیا ملک میں پہلے ہی غذائی قلت کے ہوتے ہوئے ناکارہ جانوروں کی اتنی بڑی تعداد کو چارہ مہیا کیا جا سکتا ہے! اور کیا اس چارہ کو کاشت کرنے کے لئے بجائے غلّہ اور دوسری ضروری اجناس کے اراضی کا وسیع رقبہ زیر استعمال لانا مناسب ہے۔

اگر اس حالت میں ان تجارتی فوائد کو پیش نظر رکھ کر غور کیا جائے جو چمڑے وغیرہ سے ملک کو حاصل ہو سکتے ہیں۔ تو مویشی کشی کی اقتصادی بنیادوں پر بندش اور بھی بھیانک نظر آتی ہے بہرحال یہ ایک سنجیدہ مسئلہ ہے جس کو ملک کے معزز رہنماؤں کے ناخن تدبیر سے سلجھانا ہے۔ اور اس کو سلجھانے کے لئے مذہبی۔ اقتصادی اور سماجی ہر قسم کے تقاضوں کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔

صنعتی جھگڑے اور ہڑتالیں

پارلیمنٹ میں ایک یہ انکشاف بھی ہوا ہے کہ صنعتی جھگڑوں اور ہڑتالوں وغیرہ کے نتیجہ میں سال رواں کے پہلے چھ مہینوں میں ۱۳۳۵۴۷ (تیرہ لاکھ تینتیس ہزار پانچ سو سینتالیس) کام کے دن ضائع ہوئے۔ ملک کا اتنا بڑا صنعتی اور اقتصادی نقصان محض اس غلط انداز اور رجحان کا نتیجہ ہے جو ہماری غیر ملکی حکومت کے زمانہ میں رواج پا گیا ہے اور جس کو اس زمانہ میں ہمارے سیاسی رہنماؤں نے جائز اور روا قرار دیا۔

ملک کے ہر بہی خواہ کو چاہیئے کہ وہ عدم تعاون اور ہڑتالوں کی اس روح کو جو عوام میں دن بدن پھیلتی جا رہی ہے کچلے۔ ورنہ ہمارا ملک ترقی کی دوڑ میں دوسرے آزاد ملکوں کے قدم بقدم نہ چل سکیگا۔ اور ہم اقتصادی اور صنعتی اعتبار سے آزاد ملکوں کے قدم بقدم نہ چل سکیں گے۔

جرابیں اور قمیص
بھی اُتار دو!

بالعموم آزادی ملنے پر آزاد ملک کے باشندوں کے ذہنوں میں وسعت اور خیالات میں بلندی پیدا ہو جاتی ہے۔ لیکن ہمارے ملک کی یہ بدقسمتی ہے کہ اس کے بعض آزاد کہلانے والے صاحب اختیار اور صاحب اثر لوگ آزادی کے نشے سے ایسے چور ہوئے ہیں کہ دن بدن اُن کی نظر وسعت سے سمٹ کر کبھی پراچین سنسکرتی اور کبھی قومی۔ صوبائی اور لسانی حد بندیوں میں جکڑی جا رہی ہے ملک کی وہ زبان جو اپنی وسعت اور افادہ کے اعتبار سے بیرونی ممالک میں بھی اثر انداز تھی اور جس سے ملک کا ہر علاقہ اور طبقہ بھی مستفید ہو رہا تھا۔ اور جس سے موجودہ زمانہ کے علمی اور لسانی تقاضے باحسن پورے ہوتے تھے۔ یعنی اُردو زبان۔ اس کو چھوڑ کر ایک مردہ زبان یعنی سنسکرت کی بنیادوں پر ایک غیر طبعی لسانی عمارت تعمیر کی جا رہی ہے۔ بلکہ اب تو یہاں تک کہا جا رہا ہے کہ مسلمان ان متعارف اور مشہور ناموں کو بھی جن میں عربی یا فارسی کی آمیزش ہے چھوڑ دیں۔ کیونکہ ان ناموں کا باقی رہنا نیشنل اور ملکی روح کے منافی ہے۔

یہ عجیب بات ہے کہ پراچین سنسکرتی کے یہ پجاری مسلمانوں کے ساتھ تعلق رکھنے والی کسی چیز کو تو برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں حالانکہ مسلمان کروڑوں کی تعداد میں اب بھی یہاں کے باشندے ہیں اور اس ملک کی تعمیر ترقی اور تہذیب میں ان کا نمایاں حصہ ہے۔ لیکن بدیشی انگریزوں کی زبان۔ لباس۔ اور طرز بود و باش ان کو نیشنل سپرٹ کے منافی معلوم نہیں ہوتی۔ حالانکہ انگریز علاوہ تھوڑا عرصہ ہندوستان میں حاکم رہنے کے کبھی بھی یہاں پر ہندوستانی بن کر نہ رہے اور ان کا طریق کار ابتداء سے انتہا تک غیر ملکی رہا۔ یہ امر قابل غور ہے کہ پراچین تہذیب کے نام پر اسلامی آثار کو مٹانے کی کوشش کبھی بھی کامیاب نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ نہ صرف یہ کہ اسلامی آثار ہندوستانی تہذیب کا جزو لاینفک بن چکے ہیں۔ بلکہ جن مغربی باتوں کو قابل نفرت نہ سمجھا جا کر اپنایا جا رہا ہے۔ ان میں بھی بے شمار باتیں مسلمانوں سے حاصل کردہ ہیں۔

آج کون ہندو ہے جو "پیشوا" کے لفظ کو بھلا سکتا ہے جو مرہٹہ تاریخ کا ایک اہم جزو ہے۔ اور کون سکھ ہے۔ جو "گرد جیغ بہادر" "دربار" "صاحب" اور "خالصہ" وغیرہ الفاظ کو چھوڑ سکتا ہے؟ کیا یہ الفاظ اور اسی طرح بعض اسلامی ماخذ کی وجہ سے متروک ہو سکتے ہیں؟

پنڈت جواہر لال صاحب نہرو وزیر اعظم ہندوستان اپنی مشہور کتاب "Glimpses of world History" میں تحریر فرماتے ہیں کہ:-

"چھوٹی اور بڑی جرابیں پہننے کا رواج اور عادت بغداد کے امراء سے شروع ہوئی ہے۔ ان جرابوں کو "موزے" کہا جاتا تھا۔ اور اس کے ہندوستانی لفظ کا ماخذ بھی یہی لفظ ہے۔ اسی طرح فرانسیسی لفظ chemise (قمیص یا شمیز) بھی ہے۔ جو عربی لفظ قمیص سے لیا گیا ہے۔ اور جس کے معنی کرتہ کے ہیں۔ یہ دونوں الفاظ یعنی "موزہ" اور "قمیص" عربوں سے باز نطینیوں نے قسطنطنیہ میں حاصل کئے۔ اور وہاں سے یورپ میں مستعمل ہوئے" ص $\frac{151}{152}$

شاید پراچین تہذیب کا کوئی دلدادہ آئندہ کے لئے جراب اور قمیص استعمال کرنا اس لئے چھوڑ دے۔ یا دوسروں کو چھڑوانے کا پرچار کرے کہ ان کی ابتداء اور رواج عربوں کے ذریعہ سے ہوا۔

ہمارا مدعا یہ ہے کہ ہندوستانی تہذیب سے صرف دراوڑوں اور بھیلوں کی تہذیب مراد لینا۔ یا صرف آرین نسل کی تہذیب مراد لینا۔ یا سیتھین اور پٹھانوں یا مغلوں کی تہذیب سمجھنا ایک بہت بڑی غلطی ہے حقیقت یہ ہے کہ ہندوستان ایک وسیع اور خوشنما باغ ہے۔ جس میں مختلف قومیں اپنے اپنے وقت میں بہار دکھا گئیں۔ اور ان کے پھول پھل اور بو باس کسی نہ کسی شکل میں اب بھی اس وسیع خطہ ارضی میں پائی جاتی ہے اور ان سب کے مجموعہ کا نام ہندوستانی تہذیب ہے۔

اگر ہم ریل گاڑیوں۔ موٹروں۔ ہوائی جہازوں۔ ٹینکوں کو باوجود بدیشی ایجاد ہونے کے برداشت کر سکتے ہیں۔ کیونکہ اس سے ملک کو فائدہ پہنچتا ہے۔ اور اہل ملک میں ترقی کی روح قائم رہتی ہے تو ہم ان اسلامی باتوں کو جو اب ملک کا حصہ اور جزو لاینفک بن چکی ہیں۔ اور تقریباً ایک ہزار سال سے اہل ملک نے ان سے فائدہ اُٹھایا ہے۔ کیوں اپنا نہیں سکتے کہ ان کا بعض اسلامی نام یا تعلق کی وجہ سے ان سے کیوں نفرت کرتے ہیں

ایک مشرقی طاقت اور کوریا کی نازک حالت

از جناب ملک صلاح الدین صاحب۔ ایم۔ اے

"ایک مشرقی طاقت اور کوریا کی نازک حالت" حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک الہام ہے۔ جو الحکم میں ۲ر جولائی ۱۹۰۵ء کے پرچہ میں شائع ہوا تھا۔ یہ الہام بھی جس شان سے پورا ہوا ہے اشد ترین مخالف کو بھی اعتراف کرنے کی گنجائش نہیں رہی۔

یکم دسمبر ۱۹۴۳ء کو قاہرہ میں چین۔ امریکہ اور برطانیہ نے یہ طے کیا کہ جنگ عظیم کے اختتام پر کوریا کو آزاد اور خود مختار ملک بنا دیا جائے۔ بعد ازاں روس نے اس معاہدہ کی پابندی کا حلف لیا لیکن الہام الٰہی کے مطابق ایک مشرقی طاقت کی وجہ سے ہی کوریا کی حالت نے نازک ہونا تھا۔ اسلئے اس نوشتۂ تقدیر کے مطابق روس کی طرف سے مخالفت ہوتی رہی۔ اور شمالی کوریا کی فوج کے ایک حصہ کو روس میں تربیت دی گئی۔ اور کمیونسٹ چین نے جو خود بھی ایک مشرقی طاقت بلکہ روس کا ہی جزو ہے۔ اپنی فوج بھی وہاں بھیج دی۔ اور شمالی کوریا کے تمام شہریوں کو فوجی تربیت دی گئی۔ روس سے بھاری اسلحہ اور جنگی سامان شمالی کوریا میں لایا گیا۔ اور باربرداری کے ذرائع کو منظم کیا گیا۔

۲۵ر جون ۱۹۵۰ء کو شمالی کوریا کی طرف سے جنوبی کوریا پر اچانک حملہ کر دیا گیا۔ اور باوجود سلامتی کونسل کے مطالبہ کے شمالی کوریا نے اپنی فوجیں نہ ہٹائیں۔ اس لئے سلامتی کونسل نے فیصلہ کیا کہ اقوام متحدہ جارحانہ حملہ کی روک تھام کے لئے جنوبی کوریا کی مدد کریں۔ چنانچہ اقوام متحدہ نے وہاں فوجیں بھیج دیں۔ تقریباً سوا دو سال سے جنگ بندی کے لئے کوشش ہو رہی تھی۔ اسبال آخر ۲۷ر جولائی کو یہ لڑائی بند ہو گئی ہے (کوائف کوارڈ اخبار خدمت سرینگر مورخہ $\frac{۲}{۵۳}$)

اقوام متحدہ روس اور چین اپنے اپنے خیال میں کوریا کی حفاظت اور امداد کے لئے میدان میں آئے۔ لیکن جن بیچارے کی امداد کا دعوٰی تھا اس کی مثال اس چڑیا کی سی تھی۔ کہ جسے ایک طرف سے شیر نے منہ میں پکڑا ہوا ہو اور دوسری طرف ریچھ نے۔ اور ہر ایک دوسرے سے چھڑانے کی کوشش کرے۔ اور ایک دوسرے پر حملہ آور ہو۔ کوریا کی لڑائی میں جس قدر تباہی ہوئی۔ رقبہ اور آبادی کے تناسب سے آج تک کسی دوسری لڑائی میں اتنی تباہی نہیں ہوئی۔ اندازاً طرفین کے تینتیس لاکھ سے زیادہ آدمی ہلاک اور زخمی ہوئے۔ ایک کروڑ بے گھر ہو گئے۔ پانچ لاکھ ت

زیادہ عورتیں بیوہ اور بچے یتیم ہو گئے۔ اس سے زیادہ تعداد میں لوگ ناکارہ ہو گئے۔ کوریا کا کوئی شہر، قصبہ یا گاؤں تباہی سے نہیں بچا۔ ایک کافی حصہ میں فریقین کی فوجیں بار رہا آگے بڑھیں یا پیچھے ہٹیں۔

اب کوریا کو متحد کر کے حکومت قائم کرنے کے لئے سیاسی گفت و شنید ہوگی۔ یہ ظاہر ہے کہ اس گفتگو میں نہ ہی روس چاہے گا کہ اس کا غلبہ جاتا رہے نہ ہی امریکہ وغیرہ یہ پسند کرے گا کہ اتنے خون خرابہ اور نقصان کے بعد اس کو مونچھ نیچی کرنی پڑے فی الحال ریچھ اور شیر نے اس چڑیا کو اپنے مونہوں سے چھوڑ دیا ہے۔ اور نیم جان اور بسمل چڑیا شاید آخری دموں پر ہو گی۔ وہ تو تباہ ہو چکی۔ فریقین جو اپنے اپنے نظریہ کے تفوق کے لئے ہاتھا پائی ہو رہے تھے عارضی طور پر میدان مبارزت سے ہٹ گئے ہیں۔ اور گفت و شنید کے رنگ میں ہر ایک میدان جیتنا چاہے گا۔ سو اس طرح بھی کوریا کی حالت نازک ہی نظر آتی ہے۔ اور بفرض محال کسی طرح کا سمجھوتہ ہو گیا۔ تب بھی کوریا کی آبادی اور اس کی اراضی اس بری طرح تباہ ہوئی ہیں۔ کہ ان کی بحالی کے لئے ایک طویل مدت درکار ہے۔ اس طول طویل مدت تک اس کی حالت الہام میں مذکور "کوریا کی نازک حالت" کا اعلان ببانگ دہل کرتی رہے گی۔

شمالی کوریا کی روس اور کمیونسٹ نے مدد کی اس لئے ان کو اس کی حالت نازک نظر آئی۔ قریباً سوا دو سال تک اقوام لڑائی کو بند کرنے کے لئے کوشاں رہیں۔ کیونکہ کوریا کی حالت نازک تھی وہ از خود کوئی فیصلہ نہ کر سکتا تھا۔ اب دیگر اقوام ہی کے ہاتھ میں کوریا کے مستقبل کی باگ ڈور ہے۔ کیونکہ کوریا کی حالت نازک ہے۔ اس میں اپنے مستقبل کے متعلق از خود فیصلہ کرنے اور دوسروں سے اپنے تئیں آزاد ہونے کی طاقت نہیں۔ دیگر اقوام ہی اس کی بحالی کا سامان کریں گی۔ کیونکہ کوریا کی حالت نازک ہے۔ وہ بحالی کے لئے خود بے طاقتی کی وجہ سے کچھ نہیں کر سکتا۔ الہام میں اس کی ایسی حالت زار کو نازک ہی کہا گیا ہے۔ بالکل مردہ نہیں کہا گیا۔ اس لئے کہ باوجود اس ساری تباہی کے شمالی اور جنوبی کوریا میں بظاہر حکومتیں قائم ہیں۔ اور کئی طرح وہ اپنی زندگی کا اظہار کرتی ہیں۔ جیسے گذشتہ ایام میں سنگمین ری صدر جنوبی کوریا نے قیدی آزاد کر دینے سے اور کئی طرح صلح ہونے میں اچھی خاصی رکاوٹ ڈال دی تھی۔

اے متلاشیان صداقت! کیا یہ کوئی کم درجہ کا نشان ہے؟ اس کی صداقت تو سلامتی کونسل اور اقوام متحدہ اور روس اور چین گویا کہ تمام دنیا کی کارروائیوں سے اظہر من الشمس ہو رہی ہے۔ اور کئی سال تک ہوتی رہے گی۔ اور سلامتی کونسل کی سالہا سال کی رپورٹوں میں یہ امر ہمیشہ کے لئے ریکارڈ ہو گیا۔

بعض درویشان رخصت پر

مندرجہ ذیل درویشان بذریعہ پاسپورٹ عارضی طور پر اپنے اعزا و لواحقین کی ملاقات کے لئے پاکستان تشریف لے گئے ہیں۔ احباب ان کی خیریت اور بہ سلامت واپسی کے لئے دعا فرمائیں۔

(۱) حضرت حاجی محمد الدین صاحب تہالوی
(۲) چوہدری عبد القدیر صاحب واقف زندگی
(۳) چوہدری غلام رسول صاحب چیمہ
(۴) چوہدری منظور احمد صاحب چیمہ
(۵) چوہدری نبی احمد صاحب چیمہ
(۶) چوہدری محمد طفیل صاحب
(۷) چوہدری عبد الحمید صاحب دکاندار
(۸) مستری محمد عبد اللہ صاحب
(۹) عبد الغفور صاحب
(۱۰) چوہدری بشیر احمد صاحب جہاز
(۱۱) چوہدری عطاء اللہ صاحب
(۱۲) شریف احمد صاحب ڈوگر
(۱۳) چوہدری منور علی صاحب
(۱۴) چوہدری غلام ربانی صاحب کمپونڈر
(۱۵) مولوی عطاء اللہ خان صاحب

پتہ مطلوب ہے

محمد شا طارق سٹوڈنٹ ایف سی کالج لاہور حال کلکتہ ہندوستان۔

چونکہ موسم گرما کی رخصت میں کلکتہ گیا ہوا ہے۔ اگر وہ خود پڑھے یا کوئی دوست پڑھے تو مجھے اس پتہ پر اطلاع دیں

والسلام

عبد الرب معرفت ملک غلام نبی صاحب احمدی۔ ڈسکہ کوٹ ضلع سیالکوٹ۔

بر ملاپ پر کاشں سنگم زرگر

گی تار والی (پاکستان)

سرکلر نمبر ۳۰/۵۳　　　　سرکلر نمبر ۳۱/۵۳

چندہ تحریک ستمبر کیا ہے؟

جماعتہائے احمدیہ ہندوستان کے جو تشخیص بجٹ سال رواں (سنہ ۱۹۵۳ء/۵۴) موصول ہوئے ہیں یا جو تشخیص بجٹ سال آئندہ (سنہ ۱۹۵۴ء/۵۵) نظارت ہذا میں موصول ہو رہے ہیں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض جماعتوں کے مخلصین جنہوں نے گذشتہ سالوں میں "تحریک ستمبر" میں حصہ لیا تھا۔ اب وہ "تحریک ستمبر" میں شامل نہیں ہیں۔ جس سے ظاہر ہے کہ احباب جماعت اس مبارک تحریک کی ضرورت اور اہمیت کو بھولتے جا رہے ہیں۔ گذشتہ انقلاب میں جو مالی نقصان سلسلہ کو اٹھانا پڑا ہے۔ اس کو پورا کئے بغیر عام حالات میں بظاہر سلسلہ کی ترقی کے رکنے کا اندیشہ تھا۔ اور مومن جو الٰہی سلسلہ میں ایک ستون یا اہم جزو ہوتا ہے۔ کبھی برداشت نہیں کر سکتا کہ سلسلہ کی ترقی ایک لمحہ کے لئے بھی رک جائے۔ اس لئے حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ماہ ستمبر سنہ ۱۹۴۷ء میں احباب جماعت کو ایک خاص معیار کے مطابق اعلیٰ مالی قربانیاں کرنے کی طرف توجہ دلاتے ہوئے جس اسکیم کا اعلان فرمایا۔ اسے "تحریک ستمبر" کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ حضور نے فرمایا:۔

"اس مصیبت کے وقت زیادہ کماؤ۔ کم خرچ کرو۔ زیادہ سے زیادہ چندے دو۔ اب کم سے کم چندہ پچاس فی صدی ہونا چاہیئے۔ اس سے زیادہ جتنی اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے ...... جو پچاس فی صدی نہیں دے سکتا وہ چالیس فی صدی دے۔ جو یہ بھی نہیں دے سکتا پچیس فی صدی دے۔"

لیکن بعد میں یہ دیکھ کر کہ یہ شرح موجودہ حالات میں احباب جماعت کے لئے زیادہ ہے حضور نے ۲۸ مئی سنہ ۱۹۴۸ء کے خطبہ جمعہ میں اس شرح کو کم کر کے ۱۶ ½ سے ۲۲ فی صدی تک مقرر کرتے ہوئے فرمایا:۔

"۲۵ فیصدی سے کم تک کی شرح میں حصہ لینے کے لئے دوست اپنے تمام چندے یعنی حصہ آمد یا چندہ عام۔ چندہ جلسہ سالانہ۔ چندہ تحریک جدید سوائے چندہ حفاظت مرکز کے اس میں سے مجرا کر سکتے ہیں۔ اور ۲۵ فی صدی یا اس سے زیادہ شرح میں حصہ لینے والے اپنا چندہ حفاظت مرکز بھی مجرا کر سکتے ہیں۔ لیکن ہر صورت میں ضروری ہے کہ موجودہ شرح میں جو چندہ کسی دوست کے ذمہ بنتا ہے۔ اس میں سے تمام چندہ جات منہا کرنے کے بعد کچھ رقم ایسی بچنی چاہیئے جو خلیفہ وقت کی مرضی کے مطابق خرچ ہو۔ ایسی رقم کا نام چندہ تحریک ستمبر ہے۔"

پس جملہ احباب جماعت کی اطلاع کے لئے اعلان کیا جاتا ہے کہ آزمائش کے موجودہ نازک دور میں سلسلہ عالیہ احمدیہ کی مالی مشکلات کسی وضاحت اور تشریح کی محتاج نہیں۔ ہر وہ شخص جو صدق دل سے جماعت میں داخل ہے اور سلسلہ کے لئے اپنے دل میں درد رکھتا ہے اس کا فرض ہے کہ وہ سیدنا حضرت اقدس امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے اپنی بیعت کے اس مقدس عہد کو کہ "میں دین کو دنیا پر مقدم رکھوں گا" پورا کرے۔ اللہ تعالیٰ نے ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔ امید ہے کہ عہدیداران اپنی اپنی جماعت کے دوستوں کو اس بابرکت تحریک (تحریک ستمبر) سے مطلع کرتے ہوئے اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی طرف خاص طور پر توجہ دلائیں گے۔　(ناظر بیت المال قادیان)

اعلانات نکاح

مندرجہ ذیل تین درویشان قادیان کے اعلانات نکاح جناب مولوی عبد الرحمن صاحب امیر مقامی نے مورخہ ۲۱/۸/۵۳ کو مسجد اقصیٰ میں کئے احباب ان کے بابرکت اور مثمر ثمرات حسنہ ہونے کے لئے دعا فرمائیں۔ (۱) احمد حسین درویش کا نکاح حمیدہ بیگم صاحبہ بنت محمد عبد السبحان صاحب ساکن رائچور حیدرآباد کے ساتھ مبلغ ۵۰۰ روپیہ مہر پر (۲) محمد امین صاحب درویش کا نکاح رشیدہ بانو صاحبہ بنت محمد حبیب صاحب ساکن دیودرگ حیدرآباد کے ساتھ مبلغ پانچصد مہر پر (۳) صوفی غلام احمد صاحب درویش کا نکاح سعیدہ بانو بنت محمد محبوب صاحب ساکن دیودرگ مبلغ ۵۰۰ روپیہ مہر پر۔ مبارک۔ مبارک۔ مبارک۔

(۴) سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ نے عبد الحمید صاحب درویش کا نکاح سیدہ امۃ اللہ نسیمہ صاحبہ بنت سید محی الدین صاحب ساکن نوشہرو فیروز ضلع نواب شاہ سندھ سے مبلغ سات صد روپیہ مہر پر ناصر آباد اسٹیٹ سندھ میں مورخہ ۸/۵۳ کو فرمایا

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ (پارہ ۴)

ترجمہ:- تم نیکی کو اعلیٰ مقام اس وقت تک ہرگز نہیں پا سکتے جب تک ان چیزوں کو اپنے نہ خرچ کرو جس سے تم محبت رکھتے ہو۔

ہماری بہنیں اور مالی قربانی!

از قلم بابو محمد یوسف صاحب خان نیازی سکرٹری تبلیغ جماعت احمدیہ سرینگر حال جموں

۲۶ر دسمبر ۱۹۵۲ء کو جلسہ سالانہ کے پہلے دن حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کا پیغام پڑھ کر سنایا گیا تھا۔ جس سے واضح ہوتا ہے۔ کہ حضور کی خواہش ہے کہ ہندوستان میں تبلیغ پر زیادہ زور دیا جائے۔ چونکہ ... تبلیغ کے سلسلہ میں مبلغین کا تیار کرنا اور پریس جاری ہونا ضروری ہے۔ لیکن بغیر روپیہ کے یہ کام سرانجام نہیں پا سکتے۔ لہذا میرے دماغ میں ایک تجویز آئی ہے۔ بظاہر یہ تجویز معمولی ہوتی ہے۔ لیکن اگر ہماری بہنیں اس پر پورے طور پر کاربند ہوں تو سینکڑوں روپیہ ماہوار اس غرض کے لئے جمع ہو سکتا ہے۔ تجویز یہ ہے کہ ہر ایک احمدی گھر میں صندوقچی ہو اور گھر کی مالکہ جتنے روپے روزانہ ضروریات زندگی پر خرچ کرے اتنے ہی پیسے صندوقچی میں ڈال دیا کرے۔ اور مہینہ کے خاتمہ پر جمع شدہ رقم تبلیغی فنڈ میں اپنی جماعت کے محصل کو دے کر رسید حاصل کی جائے۔

ایک وقت تھا کہ تین صد روپیہ کی رقم بڑی سمجھی جاتی تھی۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو کتاب کے شائع کرنے کے سلسلہ میں تین سو روپیہ کی ضرورت تھی۔ حضور نے حضرت منشی ظفر احمد صاحب آف کپورتھلہ کو فرمایا کہ وہ کپورتھلہ کی احمدیہ جماعت سے رقم مطلوبہ فراہم کر کے جلد بھیج دیں۔ تاکہ کتاب شائع ہو سکے۔ حضرت منشی صاحب گھر جا کر اپنی اہلیہ صاحبہ سے مشورہ کرتے ہیں۔ کہ کیوں نہ ہم ہی زیور فروخت کر کے رقم مطلوبہ حضور کے پیش کر دیں۔ چنانچہ ان کی اہلیہ صاحبہ خوشی سے اپنا زیور پیش کرتی ہیں اور منشی صاحب زیور فروخت کر کے تین صد روپیہ حضور کے پیش کر دیتے ہیں۔ اس پر حضور اظہار خوشنودی فرماتے ہیں۔

یہ زمانہ اگرچہ گذر گیا۔ اور میاں بیوی بھی اس جہان فانی سے گذر گئے۔ لیکن ان کے کارنامے زندہ ہیں۔ اور ہمارے لئے عملی نمونہ ہیں۔

اب موجودہ زمانہ کی مثال سنیئے۔ کہ حرف مکرمی جناب سیٹھ عبداللہ الہ دین صاحب آف سکندرآباد نے چند سالوں میں ہزارہا ٹریکٹ اور کتابیں اپنے خرچ پر شائع کر کے مفت تقسیم کیں۔ گویا اس طرح پیام حق لاکھوں انسانوں تک پہنچایا۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ سیٹھ صاحب کی عمر دراز فرمائے اور ان کو صحت کاملہ بخشے آمین۔

آئندہ زمانہ جو آنے والا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے فراخی کا زمانہ ہوگا۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئیوں سے روشن ہوتا ہے۔ مگر شرط یہ ہے کہ ہم اپنے وعدہ بیعت کو پورا کرتے ہوئے ثابت قدمی اور صبر و استقلال کے ساتھ اپنی قربانیاں پیش کرتے چلے جائیں۔

حضور نے مالی قربانی کے بارہ میں حسب ذیل ارشاد فرمایا ہے:-

(۱) "خدا کی رضا کو تم پا ہی نہیں سکتے جب تک تم اپنی رضا کو چھوڑ کر اپنا مال چھوڑ کر اپنی جان چھوڑ کر اس کی راہ میں تلخی نہ اٹھاؤ جو موت کا نظارہ تمہارے سامنے پیش کرتی ہے"۔

(الوصیت ص۹)

(۲) یہ مت خیال کرو کہ خدا تمہیں ضائع کر دے گا۔ تم خدا کے ہاتھ کا ایک بیج ہو جو زمین میں بویا گیا۔ خدا فرماتا ہے۔ یہ بیج بڑھے گا اور پھولے گا اور ہر طرف سے اس کی شاخیں نکلیں گی۔ اور ایک بڑا درخت بن جائے گا پس مبارک وہ جو خدا کی بات پر ایمان رکھے۔ اور درمیان میں آنے والے ابتلاؤں سے نہ ڈرے کیونکہ ابتلاؤں کا آنا بھی ضروری ہے۔ تا خدا تمہاری آزمائش کرے کہ کون اپنے دعویٰ بیعت میں صادق اور کون کاذب ہے"۔ (الوصیت)

(۳) "... ہر ایک بیعت کنندہ کو بقدر وسعت مدد دینی چاہیئے تا خدا تعالیٰ بھی انہیں مدد دے۔ اگر بے ناغہ ماہ بماہ ان کی مدد پہنچی رہے گو وہ اس مدد سے بہتر ہے جو مدت تک خاموشی اختیار کر کے پھر کسی وقت اپنے ہی خیال سے کی جاتی ہے۔ ہر ایک شخص کا صدق اس کی خدمت سے پہچانا جاتا ہے۔ اے عزیزو! یہ دین کے لئے اور دینی اغراض کے لئے خدمت کا وقت ہے۔ اس وقت کو غنیمت سمجھو کہ پھر کبھی ہاتھ نہیں آئے گا"۔ (کشتی نوح صفحہ ۷)

(۴) "یہی وقت خدمت گزاری کا ہے پھر بعد اس کے وہ وقت آتا ہے کہ ایک سونے کا پہاڑ اس راہ میں خرچ کریں تو میں یقین رکھتا ہوں کہ اس کے مال میں بھی دوسروں کی نسبت زیادہ برکت دی جائے گی۔ کیونکہ مال خودبخود نہیں آتا بلکہ خدا کے ارادہ سے آتا ہے ... اگر تم اس قدر خدمت بجا لاؤ کہ اپنی غیر منقولہ جائیداد کو اس کی راہ میں بیچ بھی دو تو پھر بھی ادب سے دور ہے کہ تم خیال کرو کہ ہم نے کوئی خدمت کی ہے"۔ (الحکم جلد ۷ نمبر ۳۲)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز اسی سلسلہ میں فرماتے ہیں:-

"یاد رکھو مجھے روپیہ کی ضرورت نہیں۔ میں اپنے لئے تم سے کچھ نہیں مانگتا۔ میں خدا کے لئے اس کے دین کی اشاعت کے لئے تم سے مانگ رہا ہوں۔ اگر تم چندے میں حصہ نہیں لو گے تو خدا خود اپنے دین کی ترقی کا سامان کرے گا۔ مگر میں اس سے ڈرتا ہوں کہ تم دین کی ترقی میں حصہ نہ لے کر گنہگار نہ بنو۔ پس میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ تم اس موقعہ کو غنیمت سمجھو اور خدمت اسلام کے لئے اپنے مالوں کو قربان کر دو"۔

(اخبار الفضل ۱۷ر جنوری ۱۹۴۲ء)

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل اور رحم کے ساتھ ہم سب کو زیادہ سے زیادہ خدمت سلسلہ کی توفیق عطا فرمائے۔ تا ہم رضائے الٰہی حاصل کر سکیں۔ آمین۔

ایک ضروری اصلاح

از حضرت عرفانی الاسدی صاحب حیدرآباد دکن

میری ہمیشہ سے یہ عادت رہی کہ تاریخ سلسلہ یا روایات کے متعلق کوئی غلطی محسوس کروں تو اسے درست کرنا ضروری سمجھا۔ بدر مورخہ ۱۷ر اگست ۱۹۵۳ء میں سفر بٹالہ کے ضمن میں بعض واقعات کا صرف غلط ہو گیا ہے۔ واقعات اپنی جگہ صحیح ہیں میں نے حیات احمد جلد سوم میں مقدمہ کلارک کے ضمن میں تفصیلات دی ہیں۔ یہاں صرف واقعات کی ترتیب میں جہاں کچھ تغیر ہوا ہے اس کو بیان کر دیتا ہوں۔

(۱) حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام جب قادیان سے تشریف لائے تو استقبال میں صرف کپورتھلہ کی نہیں امرتسر وغیرہ کے احباب بھی شریک تھے۔ اور خود یہ خاکسار بھی اُن میں تھا

(۲) ڈگلس اس وقت کپتان تھا۔ اب وہ میجر ڈگلس ہے۔

(۳) کمرۂ عدالت میں کیپٹن ڈگلس کا رُخ پُشت شمال کی طرف تھا۔ اس کا نقشہ یوں ہے

مشرق

کپتان ڈگلس کی پُشت جنوب کی طرف تھی۔ اور منہ شمال کی طرف۔ ڈگلس کے سامنے اور قریب تر حضرت اقدس اور آپ کے پہلو میں مولوی فضل الدین وکیل

جنوب | شمال

مغرب

اور فرش پر حضرت حکیم فضل الدین اور حضرت مرزا ایوب بیگ رضی اللہ عنہما تھے۔ اور حضرت کی پشت شمال کی طرف چہرہ مبارک جنوب کی طرف۔ مارٹن کلارک اور پنڈت رام بھجدت میز کے شرقی جانب تھے۔ اور ان کے منہ جنوب کی طرف تھے۔ ڈگلس کے قریب جنوبی جانب کپتان چند تھے۔ ڈگلس نے مجھے بحیثیت رپورٹر اپنی پشت پر دائیں ہاتھ کرسی دے دی تھی۔ مگر مارٹن کلارک کے اعتراض پر میں باہر آ گیا عدالت کو اعتراض نہ تھا۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ ان کو اعتراض ہے۔ آپ باہر چلے جائیں۔

(۴) مولوی محمد حسین صاحب کی کرسی نے منعقد بھی مرتد، واقعات کی ترتیب میں تقدیم تاخیر ہوئی ہے۔ مکرم میاں محمد بخش صاحب کی چادر کا واقعہ بعد میں ہوا۔ پولیس کی کرسی کا واقعہ اول ہوا ... میں اندر سے جھاڑ کھا کر اور شہادت دے کر باہر آیا تو رفع حاجت کے لئے برآمدہ میں پڑی ہوئی کرسی پر بیٹھ گیا تھا۔ مقدمہ کا فیصلہ ... بلکہ ۲۳ر اگست ۱۸۹۷ء کو بمقام گورداسپور سنایا گیا۔

میں نے حیات احمد (جو آج شائع ہو رہی ہے) میں ان واقعات کو تفصیل سے لکھا ہے حضرت بھائی جی کے بیان کردہ واقعات بالکل صحیح ہیں سوائے اس کے کہ کرسی کا معاملہ مخلوط ہو گیا۔ اور تاریخ فیصلہ ۲۳ر کی بجائے ۱۰ر اگست لکھی گئی۔

ولادت چوہدری محمد صادق صاحب سابق ... مال کارکن دفتر پرائیویٹ سیکرٹری کے ہاں مورخہ ۱۷ ۵۳ کو اللہ تعالیٰ نے پہلا لڑکا موہبت فرمایا

اللہ تعالیٰ نے مولود کو مسعود اور خادم دین اور لمبی عمر والا بنائے۔ آمین

مطالبہ تحریک جدید ـــ سادہ زندگی

ہماری جماعت کو حضور کے اس ارشاد کو ہمیشہ پیش نظر رکھنا چاہیئے۔ کہ اُن کی ہر رنگ کی کامیابی اس مطالبہ کی تکمیل میں ہے۔ خصوصًا ایسے دور میں جبکہ ہم اقتصادی دماغی پریشانیوں سے بھی دو چار ہیں۔ ذیل کے واقعات بھی اس مطالبہ کی روشنی میں ملاحظہ فرمایئے:-

(۱) پہلا واقعہ

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ ایک بڑے زبردست صحابی گذرے ہیں۔ آپ ایران کے رہنے والے تھے۔ آپ کے والد آپ سے بڑی محبت کرتے تھے لڑکیوں کی طرح گھر سے باہر نہ جانے دیتے تھے آپ بچپن سے دین کی خدمت کا بڑا جذبہ رکھتے تھے۔ شروع میں آتش پرست تھے۔ ایک بار جائیداد کی دیکھ بھال کے لئے آپ کے والد نے گاؤں بھیجا۔ راستہ میں ایک گرجا ملا۔ جس میں اس وقت نماز ہو رہی تھی۔ آپ کے دل پر اس کا بڑا اثر پڑا۔ اب آپ کو سچے دین کی تلاش ہوئی۔ ایک قافلہ کے ساتھ چپکے سے شام پہنچے۔ عیسائی پادریوں کے ساتھ رہنے سہنے لگے۔ مگر آپ کو ان سے تسلی نہ ہوئی۔ پادریوں کی زبانی عرب میں آخری نبی کے ظہور کی خبر سنا کرتے تھے۔ انہیں کا انتظار تھا۔ ایک بار ایک عربی قافلہ سے ملاقات ہوئی۔ آپ نے گائے بکریاں پال رکھی تھیں۔ سب اس قافلہ کے سپرد کر دیں اور کہا مجھے اس کے بدلہ تم اپنے شہر لے چلو۔ وہ لائے تو مگر بدعہدی کر کے آپ کو غلام بنا لیا اور ایک یہودی کے ہاتھ بیچ دیا۔ اب بیچارے پابند ہو گئے کہ حضور کی خدمت میں حاضر نہ ہو سکے۔ حضور جب ہجرت کر کے مدینہ پہنچے تو اتفاق سے آپ بھی ایک آدمی کے ہاتھ بک کر مدینہ آ گئے۔ یہاں حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کو پرکھ کر مسلمان ہو گئے۔ حضور نے آپ کو غلامی سے آزاد کرا دیا۔

حضرت عمرؓ کے زمانہ میں آپ مدائن کے گورنر مقرر ہوئے۔ پانچ ہزار دینار سالانہ آپ کی تنخواہ مقرر ہوئی۔ مگر جب سرکاری خزانہ سے رقم ملتی تو آپ اُسے غریبوں مسکینوں میں تقسیم کر دیتے۔ اور خود چٹائی بُن کر روزی کماتے۔ آپ نے اپنے لئے گھر نہیں بنایا۔ درختوں اور دیواروں کے سائے میں پڑے رہتے۔ ایک پیالہ اور ایک لوٹا یہی ہمارے گورنر کا کل سامان تھا۔ اس پر بھی یہ حال کہ جب مرنے کے قریب ہوئے تو ان چیزوں کو دیکھ کر روتے تھے۔ انہیں یہ بھی بوجھ معلوم ہوتی تھیں۔

۲- دوسرا واقعہ

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سادہ زندگی بسر کرتے تھے۔ اپنا کام خود کرتے دوسروں کی بھی خدمت کرتے وہ کپڑے کی تجارت کیا کرتے تھے۔ خلیفہ ہونے کے بعد بھی آپ نے تجارت جاری رکھی۔ کپڑوں کی گٹھڑیاں کندھوں پر لاد کر بازاروں اور گلیوں میں بیچا کرتے اس آمدنی سے ان کا خرچ چلتا۔ مگر خلیفہ ہونے کی وجہ سے ان کی ذمہ داریاں بہت بڑھ گئی تھیں۔ اب تجارت کے لئے وقت نہیں ملتا تھا۔ چنانچہ آپ کو تجارت چھوڑنی پڑی اور مسلمانوں کی رائے سے بہت تھوڑی سی رقم بیت المال سے لے کر کام چلانے لگے۔

(۳) تیسرا واقعہ

حضرت عمرؓ کا لباس بہت ہی سادہ ہوتا تھا آپ کہا کرتے تھے۔ کہ مجھے تین چیزیں نہایت ہی مرغوب ہیں۔

(۱) نیک باتوں کا حکم کرنا۔
(۲) بُری باتوں سے روکنا
(۳) اور پُرانے کپڑے استعمال کرنا۔

آپ اکثر پھٹے پرانے کپڑے پہنے رہتے کبھی کبھی تو کُرتے میں متعدد پیوند لگے ہوتے ایک دن آپ منبر پر کھڑے ہوئے خطبہ دے رہے تھے۔ لباس میں بیسیوں پیوند لگے تھے جس میں ایک چمڑے کا بھی تھا۔ یہ اس وقت کا ذکر ہے جب دنیا کی سب سے بڑی سلطنتیں ایران و روم فتح ہو چکی تھیں اور اسلامی حکومت دنیا کے ایک بہت بڑے حصہ پر قائم ہو چکی تھی۔ سرکاری خزانہ بھی بھرپور تھا۔ امیر المومنین کا پھٹا پرانا لباس دیکھ کر بعض مسلمانوں کے دل میں خیال گذرا کہ اب حضرت عمرؓ کو اپنا لباس بدل دینا چاہیئے اور کم از کم پھٹے پرانے کپڑوں سے تو پرہیز کرنا چاہیئے۔

چنانچہ ایک وفد بنا کر خدمت میں حاضر ہوئے۔ مگر حضرت کے مزاج سے واقف تھے۔ کسی کو ہمت نہ ہوئی۔ آخر آپ کی صاحبزادی حضرت حفصہؓ کو تیار کیا کہ وہی دباؤ ڈال کر حضرت کو بوسیدہ لباس زیب تن کرنے سے روکیں۔ چونکہ حضرت حفصہؓ حضورؐ کی ازواج مطہرات میں سے تھیں۔ اس لئے باوجود صاحبزادی ہونے کے حضرت عمرؓ آپ کا لحاظ کرتے تھے۔

حضرت حفصہؓ ہمت کر کے آپ کے پاس گئیں۔ اور بہت اصرار کیا۔ مختلف طریقوں سے دباؤ ڈالا۔ آخر کار حضرت نے فرمایا۔

"بیٹی تم رسول اللہ کی صحبت میں رہ چکی ہو تمہارے حجرے میں آپ کے لئے کیا اہتمام تھا"

حضرت حفصہؓ نے جواب دیا۔ "میرے حجرے میں تو آپ کے سونے کے لئے ایک ٹاٹ تھا۔ جو دوہرا کر کے زمین پر بچھا دیا جاتا تھا۔ اس پر آپ لیٹ رہتے تھے۔ اکثر جسم اطہر پر نشان پڑ جاتے تھے۔ ایک دن میں نے ٹاٹ کو چار پرت کر کے بچھا دیا تو حضور نے فرمایا کہ "حفصہ آج تم نے کیا بچھا دیا۔ مجھے بہت گہری نیند آئی"۔ میں نے بتایا تو آپ نے فرمایا۔ "اسے پہلے ہی کی طرح بچھاؤ۔"

یہ سُن کر حضرت عمرؓ نے فرمایا کیوں حفصہؓ جس کے رسول نے اتنی تنگی اور سادگی کے ساتھ زندگی گذاری اُس کی اُمت کو کب زیب دیتا ہے کہ وہ عیش و عشرت کرے اور زرق برق لباس پہنے تم مجھ پر کیوں دباؤ ڈالتی ہو۔

حضرت حفصہؓ آپ کی بات سُن کر خاموش ہو گئیں اور پھر کبھی اصرار نہ کیا۔

(۴) چوتھا واقعہ

سلطان ناصر الدین ہندوستان کا ایک بہت ہی نیک اور سادہ مزاج بادشاہ گذرا ہے۔ کہنے کو تو وہ بادشاہ تھا۔ مگر عام بادشاہوں سے اس کا رہن سہن بالکل جدا تھا۔ اپنے ذاتی خرچ کے لئے سرکاری خزانہ سے ایک پیسہ بھی نہ لیتا تھا۔ چھ ماہ میں ایک قرآن پاک اپنے ہاتھ سے لکھ لیتا۔ اس طرح سال میں دو کلام پاک تیار ہو جاتے۔ انہیں کے ہدیہ سے سال بھر تک اپنی گذر اوقات کرتا۔ کبھی کبھی ٹوپیاں بنا کر بھی کچھ رقم حاصل کر لیا کرتا۔ اتنی قلیل آمدنی میں ظاہر ہے کتنی سادہ زندگی گذرتی ہو گی سلطان کی ایک ہی ملکہ تھی۔ وہ بھی بہت نیک اور سادہ مزاج تھی۔ سلطان خود محنت سے کماتا ملکہ اپنے ہاتھ سے کھانا پکاتی۔ اور اس طرح میاں بیوی قناعت کی زندگی گذارتے۔ ایک دن ملکہ کھانا پکا رہی تھی اتفاق سے توے سے روٹی اُتارنے میں ہاتھ جل گیا بہت تکلیف ہوئی۔ ملکہ سلطان کی خدمت میں حاضر ہوئی اور بہت دبی زبان سے عرض کیا۔ اگر آپ میری مدد کے لئے ایک ملازمہ رکھ دیتے تو بڑی عنایت ہوتی"۔

سلطان نے کہا۔

"بیوی" تم تو جانتی ہو کہ ہماری آمدنی کتنی قلیل ہے اس میں ملازمہ رکھنے کی گنجائش کہاں ہے سرکاری خزانہ رعایا کی امانت ہے۔ اُسی کی فلاح و بہبود پر خرچ ہونا چاہیئے۔ اسمیں سے تو ہمیں اپنے اوپر خرچ کرنے کا بھی حق نہیں۔ ملازمہ کہاں سے رکھ دوں۔ ملکہ یہ جواب سُن کر خاموش ہو گئیں اور پھر ملازمہ رکھنے کیلئے کبھی نہ کہا۔

مرسلہ محمد الیاس ولد مولوی محمد اسماعیل صاحب وکیل یادگیر

ماہوار رپورٹ سکرٹریان مال

گذشتہ ماہ جملہ جماعت ہائے احمدیہ ہندوستان کے سکرٹریان مال کے نام ایک سال کے لئے ۱۲ عدد ماہوار رپورٹ فارم بھجواتے ہوئے بذریعہ اخبار "بدر" اور بذریعہ خطوط خاص طور پر توجہ دلائی گئی تھی۔ کہ سکرٹریان مال ماہوار رپورٹ ہر ماہ کی ۷ تاریخ تک نظارت ہذا میں بھجوایا کریں۔ لیکن جماعتوں کی طرف سے آمدہ ماہوار رپورٹوں سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ابھی بہت سی جماعتوں کی طرف سے مطلوبہ رپورٹ موصول نہیں ہوئی۔ لہٰذا بذریعہ اعلان ہذا جملہ جماعتوں کے عہدیداران مال کو دوبارہ توجہ دلائی جاتی ہے۔ کہ وہ ماہ جولائی کی ماہوار رپورٹ فوری طور پر نظارت ہذا میں بھجوا دیں۔ اور آئندہ اپنی جماعت کی ماہوار رپورٹ باقاعدہ ہر ماہ کی ۷ تاریخ تک ارسال کریں تاکہ جماعتوں کے بجٹ اور وصولی چندہ جات کی پوزیشن کا بروقت علم ہوتا رہے

(ناظر بیت المال قادیان)

ایک ضروری اعلان

خاکسار اُڑیہ زبان میں ایک ٹریکٹ سابق کی طرح شائع کر رہا ہے۔ جو کہ تقریبًا ۱۰۰ صفحہ کا ہو گا جس میں قرآن کریم حدیث شریف کے علاوہ ہندو شاستروں سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کو ثابت کیا گیا ہے۔ اس ٹریکٹ میں کئی ایک اُڑیہ نظمیں جو حضور علیہ السلام کی صداقت پر کہی گئی ہیں شائع کی جائیں گی۔ ایک دوست کی نظم دربارہ صداقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام بعنوان "یہ جگر ناتھ اناتھ ہی ہے" خاکسار کی نظر سے گذری ہے بعض دوستوں کے ذریعہ معلوم ہوا ہے۔ کہ اس نظم کے لکھنے والے دوست موسیٰ بنی مائینز میں کام کرتے ہیں۔ اگر وہ اس اعلان کو پڑھیں یا کسی اور دوست کو انکا پتہ معلوم ہو تو وہ مہربانی فرما کر خاکسار کو مطلع کریں تاکہ خاکسار اُن سے بعض معلومات حاصل کر سکے۔

م۔ ظ۔ سید فضل عمر کلکی واقف زندگی خادم سلسلہ عالیہ احمدیہ کٹک پتہ نمبر ۳ ضلع کٹک (اُڑیسہ)

جہاد

بقلم جناب سید سلیمان صاحب ندوی

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ نے جو ضروری امور بطور حکم و عادل کے موجودہ زمانہ کے مسلمانوں کی اصلاح کے لئے پیش فرمائے۔ ان میں سے ایک مسئلہ جہاد بھی ہے۔ بدقسمتی سے فیج اعوج کے زمانہ میں بعض علماء اور بادشاہوں کی غلطی سے جہاد کے مفہوم میں صرف قتال اور لڑائی کو ہی شامل سمجھا گیا۔ حالانکہ لڑائی اور وہ بھی دفاعی لڑائی ایک چھوٹی قسم کا جہاد ہے۔ جس کو اسلام میں "جہاد اصغر" کا نام دیا گیا ہے۔ نفس کی اصلاح کے لئے جدوجہد کرنا جبر و تشدد کے مقابل یا شلاء علم اسلام کرنا اور قرآن کریم کی ترویج۔ اشاعت اور تبلیغ کے لئے مقدور بھر ذرائع کو کام میں لانا اعلیٰ قسم اور مستقل نوعیت کا جہاد ہے۔

حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ نے اپنی تحریروں اور تقریروں میں متواتر اس حقیقت کی طرف توجہ دلائی۔ لیکن علماء زمانہ اپنے غلط عقائد کو چھوڑنے کے لئے تیار نہ ہوئے اور حضرت اقدس علیہ السلام کے پیش فرمودہ عقیدہ کو اپنے خیالات کے خلاف پاتے ہوئے آپ پر کفر تک کا فتویٰ لگانے سے بھی نہ چوکے۔

یہ خوشی کی بات ہے کہ اب علماء محققین اپنے خیالات کو چھوڑ کر اسی تعلیم کو قبول کر رہے ہیں جو حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام نے خدا تعالیٰ کے حکم کے ماتحت دنیا کے سامنے پیش فرمائی تھی۔ اس سلسلہ میں جناب سید سلیمان صاحب ندوی کا ایک ضروری مضمون بعنوان بالا احباب کی دلچسپی کے ذیل میں پیش کیا جاتا ہے۔ یہ مضمون ان کی مشہور کتاب "سیرۃ النبی" جلد پنجم سے مقتبس ہے۔ (ایڈیٹر)

"جہاد" کے معنی عموماً قتال اور لڑائی کے سمجھے جاتے ہیں۔ مگر مفہوم کی یہ تنگی قطعاً غلط ہے۔ "جہاد" کا لفظ "جہد" سے نکلا ہے۔ جہاد اور مجاہدہ، فعال اور مفاعلت کے وزن پر اسی جہد کے مصدر ہیں۔ اور لغت میں اس کے معنی محنت اور کوشش کے ہیں۔ اسی کے قریب قریب اس کے اصطلاحی معنے بھی ہیں یعنی حق کی بلندی اور اس کی اشاعت اور حفاظت کے لئے ہر قسم کی جدوجہد، قربانی، ایثار گوارا کرنا، اور ان تمام جسمانی، مالی و دماغی قوتوں کو جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندوں کو ملی ہیں۔ اس راہ میں صرف کرنا یہاں تک کہ اس کے لئے اپنی، اپنے عزیز و قریب کی اہل و عیال کی، خاندان و قوم کی جان تک کو قربان کر دینا، اور حق کے مخالفوں اور دشمنوں کی کوششوں کو توڑنا، ان کی تدبیروں کو رائیگاں کرنا، ان کے حملوں کو روکنا، اور اس کے لئے جنگ کے میدان میں اگر ان سے لڑنا پڑے تو اس کے لئے پوری طرح تیار رہنا یہی جہاد ہے، اور یہ اسلام کا ایک رکن اور بہت بڑی عبادت ہے۔

افسوس ہے کہ مخالفوں نے اتنے اہم اور اتنے فوری اور اتنے وسیع مفہوم کو جس کے بغیر دنیا میں کوئی تحریک نہ کبھی سرسبز ہوئی ہے اور نہ ہو سکتی ہے۔ صرف "دین کے دشمنوں کے ساتھ جنگ" کے تنگ میدان میں محصور کر دیا ہے۔ یہ بات بار بار کہی اور دکھائی گئی ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس تعلیم اور شریعت کو لے کر دنیا میں آئے، وہ محض نظریہ اور فلسفہ نہیں بلکہ عمل اور سراپا عمل ہے۔ آپ کے مذہب میں نجات کا استحقاق، گوشہ گیری، رہبانیت، نظری مراقبہ، دھیان اور الہیات کی فلسفیانہ خیال آرائی پر موقوف نہیں ہے، بلکہ خدا کی توحید، رسولوں اور کتابوں اور فرشتوں کی سچائی قیامت اور جزا و سزا کے اعتقاد کے بعد ان ہی کے مطابق عمل خیر اور نیک کرداری کی جدوجہد پر مبنی ہے، اسی لئے قرآن پاک میں "جہاد" کا مقابل لفظ "قعود" (بیٹھنا یا بیٹھے رہنا) استعمال کیا گیا ہے۔ جس سے مقصود سستی، تغافل اور ترکِ فرض ہے۔ سورۂ نساء میں ہے:-

لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ وَالْمُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فَضَّلَ اللَّهُ الْمُجَاهِدِينَ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقَاعِدِينَ دَرَجَةً وَكُلًّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَى وَفَضَّلَ اللَّهُ الْمُجَاهِدِينَ عَلَى الْقَاعِدِينَ أَجْرًا عَظِيمًا (نساء ۱۳)

مسلمانوں میں سے وہ جن کو کوئی جسمانی معذوری نہ ہو، اگر بیٹھے رہیں، اور وہ جو خدا کی راہ میں اپنی جان و مال سے جہاد کر رہے ہوں برابر نہیں۔ اللہ نے اپنی جان و مال سے جہاد کرنے والوں کو بیٹھنے والوں پر درجہ کی فضیلت عطا کی ہے۔ اور ہر ایک سے خدا نے بھلائی کا وعدہ کیا ہے اور جہاد کرنے والوں کو بیٹھنے والوں پر بڑے اجر کی فضیلت بخشی ہے۔

اس "بیٹھنے" اور "جہاد" کرنے کے باہمی تقابل سے یہ بات کھل جاتی ہے۔ کہ جہاد کی حقیقت بیٹھنے، سستی کرنے اور آرام ڈھونڈنے کے سراسر خلاف ہے۔

یہاں ایک شبہ کا ازالہ کرنا ضروری ہے۔ اکثر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ "جہاد" اور "قتال" دونوں ہم معنی ہیں۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ قرآن پاک میں دونوں لفظ الگ الگ استعمال ہوئے ہیں۔ اس لئے جہاد فی سبیل اللہ (خدا کی راہ میں جہاد کرنا) اور قتال فی سبیل اللہ (خدا کی راہ میں لڑنا) ان دونوں لفظوں کے ایک معنی نہیں ہیں۔ بلکہ ان دونوں میں عام و خاص کی نسبت ہے۔ یعنی ہر "جہاد" قتال نہیں ہے بلکہ جہاد کی مختلف قسموں میں سے ایک قتال اور دشمنوں سے لڑنا بھی ہے۔ اسی لئے قرآن پاک میں ان دونوں لفظوں کے استعمال میں ہمیشہ فرق ملحوظ رکھا گیا ہے۔ چنانچہ اس سورۂ نساء کی اوپر کی آیت میں دوسری آیتوں میں جہاد کی دو قسمیں بیان کی گئی ہیں۔ جہاد بالنفس۔ اور جہاد بالمال یعنی اپنی جان کے ذریعہ جہاد کرنا اور اپنے مال کے ذریعہ جہاد کرنا۔ جان کے ذریعہ جہاد کرنا یہ ہے کہ حق کی حمایت کے لئے ہر قسم کی جسمانی تکلیف بے خوف اٹھائی جائے۔ یہاں تک کہ اپنی جان تک کو جوکھوں میں ڈال دینے، آگ میں جلائے جانے، سولی پر لٹکائے جانے، تیر اور نیزے میں چھید جانے، اور تلوار سے کٹ جانے کے لئے ہر وقت آمادہ اور مستعد رہے۔ مال سے جہاد کرنا یہ ہے کہ حق کو کامیاب اور سربلند کرنے کے لئے اپنی ہر ملکیت کو قربان، اپنی ہر دولت کو نثار اور اپنے ہر ذریعہ کو وقف کرنے کے لئے تیار رہے۔ اسی جان اور مال کی باطل محبت شخص اور قوم دونوں کی ترقی و سعادت کی راہ میں رکاوٹ ہے۔ اگر یہ دونوں بت ہمارے سامنے سے ہٹ جائیں تو ہم کامل موحد ہو جائیں۔ اور پھر ہماری ترقی کو دنیا کی کوئی طاقت روک نہیں سکتی۔ جسمانی اور روحانی ہر قسم کی ترقی کا اصل اصول یہی ہے۔ اس کے سوا کچھ اور نہیں

ترقی و سعادت کا یہ گر صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا گیا اور آپ ہی نے یہ نکتہ اپنی امت کو سکھایا، اسی جہاد کا جذبہ اور اسی کے حصول ثواب کی آرزو تھی جس کے سبب سے مکہ میں مسلمانوں نے تیرہ برس تک ہر قسم کی تکلیفوں کا بہادرانہ مقابلہ کیا۔ ریگستان کی جلتی دھوپ، پتھر کی بھاری سِل، طوق و زنجیر کی گرانباری، بھوک کی تکلیف۔ پیاس کی شدت نیزہ کی انی، تلوار کی دھار، بال بچوں سے علیحدگی، مال و دولت سے دست برداری اور گھربار سے دوری کوئی چیز بھی ان کے استقلال کے قدم کو ڈگمگا نہ سکی، اور پھر دس برس تک مدینہ منورہ میں انھوں نے تلوار کی چھاؤں میں جس طرح گذارے وہ دنیا کو معلوم ہے۔

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ (حجرات - ۲)

فَالَّذِينَ هَاجَرُوا وَأُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَأُوذُوا فِي سَبِيلِي وَقَاتَلُوا وَقُتِلُوا لَأُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَلَأُدْخِلَنَّهُمْ جَنَّاتٍ - الآیہ (آل عمران - ۲۰)

مومن وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے پھر اس میں وہ ڈگمگائے نہیں اور خدا کے راستہ میں اپنی جان سے اور اپنے مال سے جہاد کیا، یہی سچے اترنے والے لوگ ہیں۔

پھر جنہوں نے اپنا گھر بار چھوڑا۔ اور اپنے گھروں سے نکالے گئے۔ اور میری راہ میں ستائے گئے اور لڑے اور مارے گئے ہیں۔ ان کے گناہوں کو ان سے اتار دوں گا۔ اور ان کو بہشت میں داخل کر دوں گا۔"

(باقی)

مسلم بادشاہوں کے غیر مسلم اُمراء

(قسط اول)

از مکرم خورشید احمد صاحب متعلم جامعۃ المبشرین قادیان

پرانے زمانے کی طرزِ حکومت اور آج کی طرزِ حکومت میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ آج جمہوریت کا زمانہ ہے رعایا اپنے حقوق حاصل کرنے کے لئے اپنے نمائندے چن لیتی ہے۔ جو رعایا کے حقوق کی حفاظت کرتے اور انصاف کے ساتھ مساوی رنگ میں رعایا میں تقسیم کرتے ہیں۔ لیکن پرانے زمانوں میں شخصی حکومت کا نظام تھا۔ بادشاہِ وقت ملک کا واحد مالک سمجھا جاتا تھا اس کا قانون اس کی زبان تھی۔ کسی کی موت اور زندگی بادشاہ یا ریاست کی نوکِ زبان کے اشارے پر منحصر تھی۔ گویا بادشاہ کا حکم بحکم خداوندی سمجھا جاتا تھا۔ اور خود بادشاہ ظل اللہ۔ رعایا اپنے کسی بھی حق کا اس سے بزور مطالبہ نہ کر سکتی تھی۔

اس کے علاوہ فاتح مفتوح میں آکاش اور پاتال کا فرق ہوا کرتا تھا۔ اگرچہ یہ فرق کم و بیش آج تک بھی پایا جاتا ہے۔ مگر اس زمانے میں مفتوح قوم کے ساتھ بہیمانہ سلوک روا رکھنا جائے عار نہ تھا۔ فاتح قوم کی ناز برداریاں خاص حیثیت رکھتی تھیں اور ان سب باتوں کے باوجود بادشاہِ وقت پر کوئی اعتراض کرنے کی کسی کو جرأت نہ ہوتی تھی۔ اگر ایسے زمانے میں کوئی فاتح قوم اپنے مفتوحین کے ساتھ مساویانہ رنگ میں سلوک کرے اور بادشاہِ وقت اپنی قوم کی طرح مفتوح قوم کے ساتھ محبت اور انصاف و رواداری کا برتاؤ کرے سلطنت میں ان کا درجہ ویسا ہی ہو۔ جیسا کہ فاتح قوم کا اور ملکی عہدوں میں فاتح اور مفتوح دونوں برابر کے حصہ دار ہوں۔ تو یقیناً شخصی طرزِ حکومت میں ایسی دریادلی تعجب آفرین ہے

ہندوستان میں مسلمان فرمانبرداؤں نے اپنے ماتحت ہندوستان کی قوموں کے ساتھ جس حسنِ سلوک اور دریادلی کا اعلیٰ نمونہ دکھایا اس کی مثال اس زمانہ کی تاریخ میں شاذ ہی ملے گی۔ اگرچہ وہ فاتح تھے۔ بادشاہ تھے۔ اور اپنی طاقت و قوت کے بل بوتے پر ملک کے مالک تھے مگر وہ بھول گئے کہ ہندوستان کی اقوام مفتوح ہیں۔ یا غلام ہیں۔ وہ خود ہندوستانی بن کر ہندوستانی قوموں کو اپنا سمجھنے لگ گئے۔ ان بادشاہوں نے بڑے بڑے عہدے ہندوستان کی مفتوح اقوام کے افراد کے سپرد کئے۔ وزرا و حکومت اور فوجوں کے سپہ سالار تک غیر مسلم بنائے گئے۔ حکومت کے ہر شعبہ میں ہندو اور دوسرے غیر مسلم ہندوستانی باشندے مسلمانوں کے دوش بدوش کام کرتے تھے۔ بعض بادشاہوں نے تو یہاں تک غیر مسلموں سے تعلق قرابت بڑھایا کہ باہم رشتے ناطے کر لئے۔ اس طرح فاتح و مفتوح کی وسیع خلیج کو پاٹ دیا۔ اور جو بہیمانہ سلوک مفتوح قوم کے ساتھ روا رکھنا جائز سمجھا جاتا تھا۔ اس کا ہمیشہ کے لئے قلع قمع کر دیا۔ مسلمان اور ہندو باہم محبت اور اتحاد کی زنجیروں میں پروئے گئے۔

بے شک حالات کے تقاضا سے بعض مسلمان بادشاہوں نے اپنے جتھے اور ہمی خواہوں کی جماعت کو مضبوط کرنے کے لئے بعض مخصوص رعایتیں اپنے رشتہ داروں اور ہم قوم لوگوں کو دیں۔ لیکن یہ تفریق اور امتیاز کسی مذہبی تعصب کی بناء پر نہ تھا۔ بلکہ حالات کے تقاضا سے سیاسی اغراض کے ماتحت ایسا رویہ اختیار کیا گیا۔ ہو سکتا ہے کہ تاریخ میں کسی مسلمان بادشاہ کے ذاتی تعصب کی کوئی مثال مل جائے۔ لیکن وہ الشاذ کالمعدوم کے حکم میں ہے۔

مسلم بادشاہوں نے مذہبی آزادی کے دینے میں بالعموم وہ اعلیٰ نمونہ دکھایا ہے۔ کہ آج بھی اس کی مثال ملنا مشکل ہے ستی جیسی رسم میں جسے آج خود ہندوؤں نے نامناسب سمجھ کر ترک کر دیا ہے مسلم بادشاہوں نے صرف اس لئے قانونی رنگ میں دخل نہ دیا۔ کہ یہ رسم بقول ہنود ہندو مت کا ایک جزو تھی۔ اور وہ کسی دوسرے کے مذہب میں مداخلت پسند نہ فرماتے تھے۔ چنانچہ مشہور فرانسیسی سیاح برنیر اپنے سفرنامہ میں رسم ستی کے متعلق لکھتے ہیں۔

"جو بیانات ستی کی بابت لکھے گئے ہیں۔ ان میں بلاشبہ مبالغہ کیا گیا ہے۔ آجکل پہلے کی نسبت ستی کی تعداد کم ہو گئی ہے کیونکہ مسلمان جو اس ملک کے فرمانروا ہیں اس وحشیانہ رسم کے نیست و نابود کرنے میں حتی المقدور کوشش کرتے ہیں اور اگرچہ اسکے امتناع کے واسطے کوئی مقررہ قانون نہیں ہے۔ کیونکہ ان کی تدبیر مملکت کا یہ ایک جزو ہے۔ کہ ہندوؤں کی خصوصیات میں جن کی تعداد مسلمانوں سے کہیں زیادہ ہے۔ دست اندازی کرنا مناسب نہیں سمجھتے۔ بلکہ ان کی مذہبی رسوم کے بجا لانے میں ان کو آزادی دیتے ہیں تاہم ستی کی رسم کو بعض ایچ پیچ کے طریقوں سے روکتے رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ کوئی عورت بغیر اجازت اپنے صوبہ کے حاکم کے ستی نہیں ہو سکتی اور صوبے دار ہرگز اجازت نہیں دیتا جب تک کہ قطعی طور پر اس امر کا یقین نہیں ہو جاتا۔ کہ وہ اپنے ارادہ سے ہرگز باز نہ آوے گی۔"

(سفرنامہ ڈاکٹر برنیر جلد ۲ صفحہ $\frac{142}{142}$)

مغل بادشاہوں کے وقت ہندوستان کا سونے کی چڑیا تھا۔ اس کی دولت اور خوشحالی نے غیر ممالک کے لوگوں کی آنکھوں کو خیرہ کر دیا تھا۔ یہاں تک کہ ہندی ادب کے تاریخ دانوں نے اس زمانہ کا نام ہی ریتی کال یعنی عیش و عشرت کا زمانہ رکھ دیا ہے مغل بادشاہوں نے ہندو سرداروں کو ہر طرح عزت دی۔ اور ہمیشہ ہندوستانی دیش بھگتوں کو سلطنت کا بازو بنائے رکھا۔ دونوں نے ایک دوسرے پر اعتماد کیا۔ اور ملک کی خدمت کرتے ہوئے نہایت خوش اسلوبی سے اپنے وقت کو گزارا۔ لیکن پھر بھی بعض لوگ مسلم شہنشاہوں پر مذہبی تعصب کا الزام لگاتے ہیں۔ اور انہیں ہندوؤں پر ظلم کرنے والے بتاتے ہیں۔ کسی کی زبان کو پکڑا نہیں جا سکتا۔ البتہ دلائل قاطعہ ہی اس کے منہ میں لگام دے سکتے ہیں۔ ڈاکٹر برنیر اپنے سفرنامے میں چشم دید حالات لکھتے ہوئے ایک جگہ تحریر کرتے ہیں۔ کہ:۔

"مغل بادشاہ اگرچہ مسلمان اور بت پرستوں کے مخالف مذہب ہیں۔ لیکن بہت سے راجاؤں کو ہمیشہ اپنی ملازمت میں رکھتے ہیں۔ اور ان کے ساتھ وہی سلوک کرتے ہیں۔ جیسے کہ اپنے مسلمان امیروں اور سرداروں کے ساتھ۔ اور مسلمان امیروں کی مانند ان کو بھی فوج کی حکومتوں اور سرداریوں پر مقرر اور مامور کرتے ہیں۔"

(سفرنامہ ڈاکٹر برنیر جلد ۱ صفحہ ۲۷۶)

ذیل میں ان سینکڑوں ہندو راجپوت سرداروں اور راجاؤں میں چند ایک کا ذکر کیا جاتا ہے۔ جو مسلم بادشاہوں کے وقت بڑے بڑے ذمہ داری کے عہدوں پر فائز کئے گئے تھے۔ اور جو سلوک مسلم بادشاہوں نے اپنی رعایا کے ساتھ کیا۔ جو کہ ان کی ہم مذہب نہیں تھی۔ وہ بیانگِ دہل مسلم بادشاہوں کی دریادلی۔ غیر تعصبی اور حسن سلوک اور رواداری کا اعلان کر رہا ہے یہ ہندو راجے اور سردار مذہبی اعتبار سے کسی صورت میں بھی موجودہ ہندوؤں اور دیش بھگتوں سے کم نہیں تھے۔ نہ ہی ان میں مذہبی غیرت اور جوش کی کوئی کمی تھی۔ اگر انہوں نے مسلم حکومتوں کے ماتحت بڑے بڑے عہدے قبول کئے۔ اور دل و جان سے ان کے زیر نگیں ملک کی خدمت ادا کی مضبوطی کے لئے جد و جہد کرتے رہے۔ تو یہ محض مسلم حکمرانوں کے عدل و انصاف اور رواداری کی وجہ سے تھا۔ ورنہ کوئی جبر اور ظلم ان باغیرت جوانمردوں کو اس کام پر آمادہ نہ کر سکتا تھا۔

راجہ انوپ سنگھ بڑگوجر

راجہ انوپ سنگھ کے دادا اگرچہ زمیندارہ خاندان بڑگوجر میں سے تھے۔ مگر ایک وقت ایسا آیا۔ کہ افلاس کا دور چھا گیا۔ شکار پر گذران ہونے لگی۔ ایک دن شہنشاہ اکبر کے شکاری چیتا کو غلطی سے بندوق کا نشانہ بنایا۔ جب بادشاہی شکاریوں کے ذریعہ ٹھاکر صاحب کو باندھ کر شہنشاہ کے سامنے لایا گیا۔ تو ٹھاکر صاحب نے اپنے افلاس کی سچ سچ ذکر کر دیا۔ بادشاہ نے ترس کھا کر فوراً بندھن کھلوا کر ملازمتِ شاہی میں داخل کیا۔ ٹھاکر صاحب کے مرنے پر ان کے بیٹے بیر نرائن منصب دار مقرر ہوئے جن کو راجہ کا خطاب اور منصب یک ہزاری آٹھ سو سوار کا عہدہ ملا تھا۔ راجہ بیر نرائن کی زندگی میں ہی راجہ انوپ سنگھ ملازمت شاہی میں داخل ہو چکے تھے۔ آخیر عہدِ اکبری میں خواصوں کے سردار مقرر کئے گئے تھے۔ شہنشاہ جہانگیر کے عہد میں اتنا اعتبار پیدا کر لیا تھا۔ کہ شاہزادہ خسرو جو باپ کے پاس قید تھا انکے سپرد کر دیا گیا۔

مہم بنگش اور کئی دیگر مہموں میں بڑے بڑے سرداروں اور امیروں کے اوپر سپہ سالار مقرر کر کے بھیجے گئے۔ شہنشاہ شاہجہان نے تخت پر بیٹھنے کے پہلے سال ہی انہیں منصب سہ ہزاری و پانصد سوار سے سرفراز فرمایا۔ خلعت اور جمدھر مرصع عطا فرمائی۔ باپ کی وفات پر باپ والا خطاب "راجہ" بھی حضور سے ملا۔ راجہ انوپ سنگھ کا بیٹا راجہ جے رام اپنی حسنِ خدمات کے صلہ میں منصب دو ہزار و پانصد سوار پر فائز ہوا۔

اُداجی رام

قوم کے دکھنی برہمن تھے۔ پہلے ملک عنبر کے ہاں ملازم تھے۔ پھر شہنشاہ جہانگیر کے وقت میں مغلوں کی ملازمت اختیار کی شہنشاہ شاہجہان نے انہیں منصب پنج ہزاری اور پانچ ہزار سوار سے سرفراز فرمایا نیز چالیس ہزار روپیہ نقد انعام عنایت فرمایا۔ انکی وفات کے بعد قدردان بادشاہ نے انکے خورد سال بچے جگجیون کو منصب سہ ہزاری اور دو ہزار سوار سے سرفراز فرمایا۔

راجہ بہارا مل کچھواہا

یہ خوش نصیب راجہ مان سنگھ کا دادا راجہ بھگوان داس کا باپ اور عظیم الشان خاندان کچھواہا کا سردار تھا۔ کچھواہوں کی دو گوتیں رجاوت اور شیخاوت میں سے شیخاوت گوت سے تھے۔ اس گوت کی راجدھانی جے پور سے تین میل آنبیر میں تھی۔ جب شہنشاہ اکبر ۹۶۳ھ میں اجمیر زیارت کے لئے دہلی گئے۔ تو راجہ بہارا مل شاہ کے بلانے پہ دہلی آئے۔ وہ رنتھن بھوری تعلق اور

شہنشاہ نے انہیں اس وقت کا سب سے بڑا منصب پانچ ہزاری عطا کیا۔ راجہ کے دل پر اس حسن سلوک نے گہرا اثر کیا۔ اس کے بعد ان کے بیٹے راجہ بھگوان داس اور پوتے راجہ مان سنگھ بھی دربار اکبری میں شامل ہوئے۔ رفتہ رفتہ اس خاندان کے تعلقات شہنشاہ کے ساتھ اس قدر بڑھے کہ یگانوں اور بیگانوں کا فرق جاتا رہا۔ آخرکار ۹۵۹ھ میں راجہ جی کی بیٹی اور راجہ مان سنگھ کی پھوپھی بیگمات اکبری میں شامل ہوئی۔ دونوں خاندانوں میں دائمی محبت کا تعلق قائم ہو گیا۔ بہت سے بھائی بھتیجے عزیز و اقارب اور خاندان کے لوگ ملازمت اکبری میں شامل ہوئے۔ اور ترقی کر کے اعلیٰ عہدوں پر جا پہنچے۔

امیر الامراء راجہ بھگوان داس

بے تعصب۔ وفا شعار راجہ بھگوان داس ۹۶۸ھ میں دربار اکبری میں آ گئے۔ جوہر شناس شہنشاہ نے انہیں خاص احسانات سے نوازا۔ اور راجہ نے بھی خطرناک جنگوں میں جانثاری کا ثبوت دیا۔ قلعہ چتوڑ جو رانا اودے سنگھ کا مضبوط قلعہ تھا۔ اس کی فتح میں راجہ جی کا خاص حصہ تھا۔ اگرچہ رانا اودے سنگھ خاندانی لحاظ سے ان کا بھائی بندی تھا۔ مگر وفادار راجہ نے شہنشاہ سے وفاداری کا بے مثال نمونہ قائم کر دیا۔ جن خدمات کے صلے میں راجہ بھگوان داس صوبہ پنجاب کے صوبہ دار اور سپہ سالار مقرر ہوئے۔

۹۹۳ھ میں راجہ جی کی بیٹی کی شادی شہزادہ سلیم (شہنشاہ جہانگیر) سے قرار پائی۔ شہزادہ کی عمر ۱۶ برس کی تھی۔ ملاں نے اسلامی طریق پر نکاح پڑھا۔ اور پنڈت جی نے ہندو مت کے مطابق نکاح کی ساری رسمیں مثل پھیرے۔ ہون وغیرہ ادا کیں۔ بادشاہ دلہن کے گھر سے دولہا کے گھر تک دلہن کی پالکی پر برابر اشرفیاں نچھاور کرتے آئے۔ راجہ جی نے کئی سو گھوڑے سو ہاتھی و صدہا لونڈی غلام۔ سونے چاندی کے برتن اور جواہرات اور بے شمار سامان جہیز میں دیا۔

راجہ جی میں بے شمار ایسی خوبیاں تھیں جو عوام میں مفقود ہیں۔ ہندو مسلمان سے یکساں الفت تھی۔ کسی سے تعصب نہ تھا۔ لاہور میں انہوں نے ایک جامع مسجد مسلمانوں کے لئے بنوائی۔ جس میں کثرت سے لوگ نماز ادا کیا کرتے تھے۔ صوبہ کابل کی گورنری کے فرائض ادا کر رہے تھے۔ کہ فرشتۂ اجل نے اس ناپائیدار دنیا سے اٹھا لیا۔

شہنشاہ اکبر کی بے تعصبی

دشمن کو نیست و نابود کرنا اور اس کی ہستی کو بڑے اکھاڑ پھینکنا یہ تو ہوتا آیا ہے۔ لیکن دشمن کی یادگار قائم کرنا ایک عجوبہ سے کم نہیں۔ شہنشاہ اکبر نے ایک ایسی یاد قائم کی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ مغل بادشاہ جوہر اور قابلیت کی قدر دینے والے بادشاہ تھے۔ اور اوصاف خواہ دشمن میں ہی کیوں نہ ہوں۔ ان کی قدر کرتے تھے۔

قلعہ چتوڑ اکبر بادشاہ نے فتح تو کر لیا مگر رانا اودے سنگھ کے دو جرنیلوں جیمل اور فتا نے اپنے ملک کو بچانے کے لئے اپنے خون کا آخری قطرہ تک بہا دیا تھا۔ اکبر بادشاہ ان کی بے نظیر شجاعت اور اپنے ملک سے وفاداری سے اس قدر متاثر ہوا کہ پتھر کے دو بڑے بڑے ہاتھی ترشوا کر قلعہ آگرہ کے صدر دروازے پر نصب کروائے۔ ان ہاتھیوں پر جیمل اور فتا کی مورتیں سوار ہیں ٹاڈ صاحب اور ڈاکٹر برنیر صاحب دونوں نے اپنی اپنی کتابوں میں ان ہاتھیوں کا ذکر کیا ہے جو شہنشاہ اکبر نے جیمل اور فتا کی یادگار کے طور پر نصب کروائے تھے۔

راجہ بیربل

مسخروں کے بادشاہ۔ بھانڈوں کے سردار راجہ بیربل کا اصل نام مہیش داس تھا۔ قوم کوئی بھاٹ اور کوئی براہمن بتاتا ہے اکبر کے بہت منظور نظر تھے۔ بہت سی مہموں میں شامل ہوئے۔ اکبر کے چلائے ہوئے دین الٰہی کے باخلاص مرید ان میں سے تھے مراتب چہارگانہ یعنی ترک مال۔ ترک جان۔ ترک ناموس۔ ترک دین میں سب سے آگے تھے۔ شاہ کی ناز برداری کے باعث کسی کو خاطر میں نہ لاتے تھے۔ ان کے حال سے کم و بیش سب واقف ہیں۔ ملاں دو پیازے سے نوک جھوک اور ان کے لطیفے آج بھی مشہور ہیں۔ بہت سخاوت کرنے والے اور موسیقی میں بے نظیر ماہر تھے۔

کا غذات کے لحاظ سے تو ان کا منصب دو ہزاری تھا۔ مگر ہزاروں لاکھوں روپیہ کے جواہرات ہر سال بادشاہ کے حضور سے بطور انعام مل جاتے تھے۔

میرزا راجہ بھاؤ سنگھ کچھواہا

راجہ مان سنگھ کے بیٹے تھے۔ عہد اکبری میں منصب ایک ہزاری پر سرفراز تھے۔ شہنشاہ جہانگیر کے وقت میں اپنے باپ کے مرنے کے بعد منصب چار ہزاری اور سہ ہزار سوار پر سرفراز ہوئے۔ اس موقعہ پر شہنشاہ جہانگیر نے اپنی تزک میں لکھا ہے۔ کہ مرزا بھاؤ سنگھ اس کا (مان سنگھ کا) خلف رشید تھا۔ ہندوؤں کے رسم و رواج کے بموجب جہاں سنگھ پسر جگت سنگھ (راجہ مان سنگھ کا پوتا) کو ریاست پہنچتی تھی ...

... میں نے اس بات کی رعایت نہ کی۔ بھاؤ سنگھ کو میرزا راجہ کا خطاب دے کر چار ہزاری ذات۔ تین ہزار سوار کے منصب پر ممتاز کیا۔ اور آنبیر کا علاقہ جو کہ اس کے باپ دادا کا وطن تھا مرحمت کیا۔ اور اس خیال سے کہ جہاں سنگھ بھی راضی رہے اس کے منصب میں پانصدی کا اضافہ کر کے گڑھ کا ملک اسے انعام میں عطا کیا۔

جب راجہ بھاؤ سنگھ کی وفات کثرت شراب کے استعمال سے ہو گئی۔ تو شہنشاہ جہانگیر نے بڑے افسوس کے ساتھ اپنی تزک میں لکھا ہے:۔

"دو رانیاں اور آٹھ لونڈیاں اس کی آتش وفا میں ستی ہوئیں ...... نہایت خوبصورت عقلمند اور نیک ذات تھا۔ ایام شہزادگی سے میری خدمت میں تھا۔ اور میری تربیت سے منصب عالی پنج ہزاری پر پہنچ گیا تھا۔ چونکہ اس نے کوئی بیٹا نہیں چھوڑا۔ اس واسطے میں نے اس کے بڑے بھائی کے پوتے جے سنگھ کو باوجود صغر سنی کے خطاب راجگی سے سرفراز کیا۔ اور منصب دو ہزاری۔ ہزار سوار پر سربلند کر کے پرگنہ آنبیر جو ان کا وطن ہے بدستور سابق جاگیر میں مقرر کیا۔ تاکہ جمعیت اس کی متفرق نہ ہو جائے"۔

راجہ بھاؤ سنگھ بندیلہ

اپنے دادا راجہ رام چند بندیلہ کی وفات کے بعد دادا کے خطاب راجگی سے سرفراز ہوئے۔ شہنشاہ جہانگیر کے آخر عہد تک ترقی کرتے کرتے منصب دو ہزاری اور بالفعل اور دو ہزار سوار تک پہنچ چکے تھے۔ شہنشاہ شاہجہان کے وقت میں حسن خدمات کی بنا پر منصب چار ہزاری اور سہ ہزار پانصد سوار پر ممتاز ہوئے۔ ۱۰۴۳ھ میں وفات پائی۔

غیر مسلم سرداروں اور عہدہ داروں کے متعلق بعض باتیں اگلی جنیت سے سمجھنے کے لئے درج کی جاتی ہے

عہدے اور تنخواہ

شہنشاہ اکبر کے عہد میں دہ باشی سے لے کر دہ ہزاری تک کے عہدے تھے۔ اس کا مطلب یہ ہے۔ دہ باشی عہدہ دار دس سواروں کا افسر ہوتا تھا۔ دو ہزاری دو ہزار سوار کا اور پنج ہزاری پانچ ہزار سوار کا افسر ہوتا ہے تنخواہ منصب کے لحاظ سے ملتی تھی۔ ہر عہدہ دار کو اپنے منصب کے لحاظ سے مقرر کردہ تعداد میں گھوڑے۔ ہاتھی۔ اونٹ۔ خچر۔ چھکڑے وغیرہ اپنے پاس موجود رکھنا لازمی ہوتا تھا۔ فوج اور جانور جو منصب دار کو اپنے پاس رکھنی پڑتی تھی اس کا خرچ یعنی تنخواہ اور جانوروں کا خرچ شاہی خزانہ سے اُسے ملتا تھا۔

شہنشاہ اکبر کے وقت میں سب سے بڑا منصب پانچ ہزاری تھا۔ لیکن راجہ مان سنگھ کو غیر معمولی عنایات کی وجہ سے ہفت ہزاری کا منصب ملا۔ اسکے بعد امراء کی انتہائی ترقی کا درجہ ہفت ہزاری مقرر ہوا۔ شہنشاہ شاہجہان کے دور میں یہ منصب راجہ جے سنگھ اور جسونت سنگھ کو حاصل ہوا۔

خطاب مرزا راجہ کی اصلیت

خاندان کچھواہا کے بعض راجاؤں کو مرزا راجہ کا خطاب ملا۔ اس کی اصلیت یہ ہے کہ خاندان تیموریہ میں شاہی خاندان کے شہزادے مرزا کے خطاب سے موسوم ہوتے تھے۔ شہنشاہ اکبر کاروبار سلطنت اور خانگی امور میں راجہ مان سنگھ کو بیٹوں کی طرح جانتے تھے۔ اسی پیار کی وجہ سے مان سنگھ کو بھی مرزا راجہ کہہ کر پکارتے تھے۔ رفتہ رفتہ یہ خطاب اس خاندان کے لئے مخصوص ہو گیا۔ چنانچہ مرزا راجہ بھاؤ سنگھ اور مرزا راجہ جے سنگھ اس خطاب سے نوازے گئے۔ یہ سب مذاہب کے لحاظ سے ہندو تھے۔

درخواستہائے دعا

(۱) مورخہ ... کو میرے ہاں لڑکا پیدا ہوا۔ زچہ اور بچہ دونوں کمزور ہیں

میں خود بھی الفلوانزا کے حملہ کی وجہ سے کمزور ہوں۔ مالی حالت بھی اچھی نہیں ... اور مالی اقتضاءات نہایت عاجزانہ طور پر دعا کی درخواست کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ مجھ پر اپنا فضل و کرم نازل فرمائے۔ اور میری بیوی بچوں کی ہر قسم کی کمزوریاں کو دور فرمائے آمین۔ (ماسٹر محمد اسمٰعیل احمدی ریٹائرڈ مدرس جسونت ہائی سکول لاہور)۔ (۲) میری نانی اماں سخت بیمار ہیں کامل شفایابی کیلئے دعا کی درخواست ہے۔ (منظور احمد جیمہ کارکن ...)

(۳) مولوی سید عبد الحکیم صاحب نائب امیر جماعت احمدیہ ... (cancer) بیمار ہیں۔ ... ہسپتال ... اب تک مکمل معائنہ نہیں ہوا۔ ... سلسلہ کی خدمت میں عاجزانہ درخواست ہے کہ ان کی شفا اور صحت کاملہ و درازی عمر کے لئے دعا فرمائیں ... (۴) ... زائل ہو گئی ہے ...

بعض سوالات کے جوابات

از مکرم مولوی بشیر احمد صاحب ناصر متعلم جامعۃ المبشرین قادیان

سوال نمبر ۱ - آدم علیہ السلام کو ایک پھل کھانے کو منع کیا ہے وہ گیہوں ہی کا ہو۔ ممانعت کیوں کی۔ فرشتے تو کچھ کھاتے ہی نہیں۔ کیا اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے ہی رکھا ہے۔

جواب - آدم علیہ السلام کے شجرۂ ممنوعہ کا ذکر قرآن مجید میں ان الفاظ میں آیا ہے۔

ولا تقربا ھٰذہ الشجرۃ فتکونا من الظالمین۔

یعنی اس شجرہ کے قریب بھی مت جاؤ ورنہ ظالموں میں سے ہو جاؤ گے۔ آیت کے الفاظ سے گیہوں یا اور کسی چیز کی تعیین نہیں کی جا سکتی بلکہ اللہ تعالیٰ نے تو کلا منھا رغدًا کہہ کر بافراط غذا حاصل کرنے کا حکم دیا ہے۔

قرآن مجید سے معلوم ہوتا ہے کہ اس درخت کا پھل کھانے سے آدم علیہ السلام پر ان کا ننگ ظاہر ہو گیا تھا۔ جو اس بات کا ثبوت ہے کہ شجرہ کا لفظ یہاں استعارۃً استعمال ہوا ہے۔ کیونکہ روئے زمین پر کوئی درخت بھی ایسا نہیں جس کا پھل کھانے سے انسان پر اس کا ننگ ظاہر ہوتا ہو۔ اسلامی شریعت یا دیگر کسی شریعت میں کسی درخت کا پھل ممنوع نہ ہونا اس امر کی مزید شہادت ہے۔

علاوہ ازیں اس درخت کے قریب جانے کا نتیجہ یہ قرار دیا گیا ہے۔ کہ آدم علیہ السلام اور ان کے ساتھی ظالم ہو جائیں گے۔ (فتکونا من الظالمین) اور ظلم کا لفظ قرآن کریم میں شرک (ان الشرک لظلم عظیم (لقمٰن) دوسروں کے حقوق تلف کرنے کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ پس اس درخت کے پھل کے استعمال سے ان کو گنہ گار تو قرار دیا جا سکتا تھا۔ مگر ظالم نہیں قرار دیا جا سکتا۔

ان امور سے بالبداہت یہ امر بپایۂ ثبوت پہنچ جاتا ہے کہ شجرہ کا لفظ استعارۃً استعمال کیا گیا ہے۔ نہ کہ حقیقی طور پر۔

قرآن کریم میں شجرہ کا لفظ استعارۃً اچھی اور بری باتوں کی نسبت بھی استعمال ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ الم تر کیف ضرب اللہ مثلًا کلمۃً طیبۃً کشجرۃٍ طیبۃٍ (ابراہیم ع ۴) یعنی کیا تجھے معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کس طرح پاک بات کی کیفیت پاک درخت کی مثال سے بیان فرمائی۔ پھر فرماتا ہے۔ ومثل کلمۃٍ خبیثۃٍ کشجرۃٍ خبیثۃٍ (ابراہیم ع ۴) یعنی بری بات کی کیفیت برے درخت کی طرح ہے۔ گویا اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو جہاں بعض اچھے کاموں کی تلقین کی تھی۔ وہاں ان کے مدمقابل برے کاموں سے منع فرمایا تھا۔ اور چونکہ اچھے نظام کو جنت سے تشبیہ دی گئی تھی۔ اس لئے ترشیح بالمجاز کے طور پر اس کے خلاف امور کو درخت کے نام سے یاد کر کے اس کے قریب جانے سے منع کیا گیا تاکہ وہ جنت ضائع نہ ہو جائے۔

ان معنوں کی رو سے فرشتوں یا اللہ تعالیٰ کے کھانے یا نہ کھانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اور سائل نے جو استہزا کا طریق اختیار کیا ہے وہ کسی طرح بھی درست نہیں جبکہ قل اباللہ وآیاتہ ورسولہ کنتم تستھزءون (توبہ ع ۸) کا صریح فرمان خداوندی بھی موجود ہے۔

سوال نمبر ۲ - خدا کے پیغمبر تو بہت مقبول ہیں۔ وہ تبلیغ کرنے کے لئے ریگستانوں اور تپتے ہوئے میدانوں میں تکلیف برداشت کرتے تھے۔ تو خدا ان پر دھوپ نازل کرتا تھا۔ کہ ان کو کسی خبر کے جواب دینے میں تکلیف نہ ہو۔ تو ریگستانوں میں دھوپ سے بچنے کے لئے موٹر کیوں نہیں اتاری۔

جواب - اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں کو دنیا میں اس لئے مبعوث فرماتا ہے۔ کہ وہ دنیا میں رہ کر احکام خداوندی پر عمل کر کے دنیا کے لئے نمونہ ہوں۔ ولقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ لمن کان یرجوا اللہ والیوم الاٰخر (احزاب) یعنی رسول اللہ میں اس شخص کے لئے اچھا نمونہ ہے۔ جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے۔ اور اس بات پر یقین رکھتا ہے کہ آخر ایک روز اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہوگا۔

رسولوں کی بشری کمزوریاں دنیاوی لوگوں کے لئے اتمام حجت ہوتی ہیں۔ کہ جب وہ دوسرے انسانوں جیسے قویٰ رکھتے ہوئے احکام الٰہی پر عمل پیرا ہو سکتے ہیں۔ تو دوسرے انسان کیوں نہیں ہو سکتے۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے۔ قل انما انا بشر مثلکم۔ تو کہدے میں تو تمہاری طرح کا ایک انسان ہوں۔ فرق صرف یہی ہے کہ یوحیٰ الیّ میری طرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی ہوتی ہے تاکہ دوسروں کو خداوندی احکام اور ان کی حکمت سکھائی جائے۔ اگر ان کو یہ علم خدا تعالیٰ کی طرف سے نہ دیا جائے تو پھر دنیاوی فلاسفروں اور رسولوں کے درمیان فرق ہی کیا رہا؟

جہاں رسولوں کو دنیاوی تکالیف ہوتی ہیں وہاں زمانہ کے حالات کے مطابق انہیں آسائشیں بھی بہم پہنچ جاتی ہیں۔ جنہیں وہ دنیا کو عالم اسباب سمجھتے ہوئے اور تحدیث بالنعمت کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کا تخت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ناقہ جو تمام سواریوں سے آگے نکل جایا کرتی تھی۔ مثال کے طور پر پیش کی جا سکتی ہیں۔

سوال نمبر ۳ - اس کا کیا ثبوت ہے۔ کہ احمدی لوگ ہی صحیح ہیں۔ اور وہی اللہ کے رسول کے بتائے ہوئے راستہ پر برحق ہیں۔

جواب - آنحضرت صلعم نے فرمایا تھا۔

وتفترق امتی علیٰ ثلاث وسبعین ملۃ کلھم فی النار الا ملۃ واحدۃ قالوا من ھی یا رسول اللہ قال ما انا علیہ واصحابی (الترمذی) یعنی میری امت کے تہتر فرقے ہو جائیں گے۔ سب آگ میں جائیں گے سوائے ایک فرقہ کے۔ صحابہ نے عرض کیا اے رسول خدا وہ کون سا فرقہ ہوگا۔ فرمایا جس طریق پر میں اور میرے صحابہ ہیں۔ یعنی جو اس طریق پر ہوگا۔ وہی جنتی اور برحق ہوگا۔

آنحضرت صلعم کا بیان کردہ معیار ہمارے سامنے ہے۔ صحابہ کا امام ایک (رسول اللہ صلعم) تھا۔ جس کے اشارہ پر وہ اپنی جان دینا باعث فخر خیال کرتے تھے۔ ان کا بیت المال ایک تھا۔ باقاعدہ تنظیم کے ساتھ مبلغین اور واعظ تبلیغ وتعلیم کے لئے اکناف عالم میں بھیجے جاتے تھے۔ اسی معیار اور کسوٹی پر موجودہ زمانہ کے مسلمانوں کو پرکھا جائے۔ تو بدیہی طور پر یہ امر بپایۂ ثبوت پہنچ جاتا ہے۔ کہ جماعت احمدیہ ہی ما انا علیہ واصحابی کی مصداق ہے۔ جو ایک امام کے اشارہ پر قربان ہونا سعادت دارین یقین کرتے ہیں۔ ان کا بیت المال ایک ہے۔ اکناف عالم میں مبلغین اور واعظ باقاعدہ تنظیم کے ساتھ بھیجے جاتے ہیں۔ لیکن دیگر مسلمانوں میں یہ باتیں نہیں پائی جاتیں۔ جو انکے ما انا علیہ واصحابی کے موتیکے مصداق ہونے پر دال ہوں اسی طرح حضور نے فرمایا۔ الا وھی الجماعۃ اور یہ علامت بھی سوائے جماعت احمدیہ کے اور کسی اسلامی فرقہ میں پائی نہیں جاتی۔

سوال نمبر ۴ - جب حدیث میں لا نبی بعدی آ گیا۔ تو پھر مرزا صاحب نبی کیسے؟ کیا دروازہ تو کھلا رہ گیا تو کس طرح آئے؟

جواب - اس حدیث کی تشریح بخاری کی دوسری حدیث سے ہو جاتی ہے۔

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلعم اذا ھلک کسریٰ فلا کسریٰ بعدہٗ واذا ھلک قیصر فلا قیصر بعدہٗ (بخاری کتاب الایمان والنذور باب کیف کان یمین النبی جلد ۴ ص ۹۱ مصری) آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ جب یہ کسریٰ مرے گا۔ تو اس کے بعد کوئی کسریٰ نہ ہوگا اور جب یہ قیصر مرے گا تو اس کے بعد کوئی قیصر نہ ہوگا۔

اگر لا نبی بعدی کے معنی یہ لئے جائیں۔ کہ میرے بعد کسی قسم کا نبی نہ ہوگا۔ تو آنحضرت صلعم کے مندرجہ بالا قول کے معنی ہونگے کہ موجودہ کسریٰ اور قیصر کی ہلاکت کے بعد اور کوئی کسریٰ یا قیصر نہ ہوگا۔ لیکن اس کی تردید واقعات کر رہے ہیں مثلاً بعد نسل قیصر اور کسریٰ ہوتے رہے۔ اسی لئے اس حدیث کی تشریح یہی کی جاتی ہے۔ کہ ان قیصر وکسریٰ کے بعد اس شان کا قیصر وکسریٰ نہ ہوگا۔ جیسا کہ فتح الباری شرح صحیح بخاری جلد ۶ میں اس حدیث کی تشریح بایں الفاظ کی گئی ہے "معناہ فلا قیصر بعدہٗ یملک مثل ما یملک ھو"۔ یعنی حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جب یہ قیصر مر جائے گا تو اس کے بعد کوئی ایسا قیصر نہ ہوگا۔ جو اس طرح حکومت کرے جس طرح یہ کرتا ہے۔ اسی طرح لا نبی بعدی کے معنی ہوں گے۔ کہ آپ جیسی شان والا نبی آپ کے بعد نہ ہوگا۔ انہی معنوں کو مدنظر رکھتے ہوئے آنحضرت صلعم نے آنیوالے مسیح موعود کو نبی اللہ فرمایا ہے۔ (فیرغب نبی اللہ عیسیٰ واصحابہ مسلم جلد ۲ ص ۴۰۱ مصری باب صفت الدجال)

ان معنوں کی تائید اکابر علماء امت نے بھی فرمائی ہے۔

چنانچہ حضرت شیخ محی الدین ابن عربی فرماتے ہیں:-

وھٰذا معنی قولہ صلعم ان الرسالۃ والنبوۃ قد انقطعت فلا رسول بعدی ولا نبی ای لا نبی بعدی یکون علیٰ شرع یخالف شرعی بل اذا کان یکون تحت حکم شریعتی (فتوحات مکیہ جلد ۲ ص ۳) یہی معنی ہیں حدیث ان الرسالۃ والنبوۃ قد انقطعت اور لا نبی بعدی کے کہ آنحضرت صلعم کے بعد کوئی ایسا نہیں آ سکتا جو کہ آنحضرت صلعم کی شریعت کے خلاف کسی اور شریعت پر عمل کرتا ہو۔ ہاں اگر آنحضرت صلعم کی شریعت کے ماتحت ہو کر آئے تو پھر نبی ہو سکتا ہے۔

حضرت امام شعرانی اپنی کتاب

(باقی ص ۱۱ پر)

اسلام ایک فطری مذہب ہے

(از جناب سید ارشد علی صاحب لکھنؤ)

اگر عقل، فہم اور ادراک واقعی انسانیت کے وقار اور اس کی بلندی کے تحفظ کے لئے کوئی ایسی بدیہی چیزیں ہیں۔ جن کا انسان کو قدر کرنی چاہیئے۔ تو پھر ہمیں اپنے روزمرہ کے واقعات اور خارجی ضروریاتِ زندگی کے اہم پہلوؤں پر بجائے تکبر کے تغیر ہونے کے ایک عقلمند اور ذی ہوش انسان کی طرح غور کرنا چاہیئے۔

انسان کائناتِ عالم میں انسان تمام مخفی اور ظاہری مخلوق کا بادشاہ ہے۔ اس کی آزاد فطرت مجبور اور مقید نہیں وہ اشرف المخلوقات ہے۔ لیکن افسوس کہ یہ سب کچھ ہوتے ہوئے بھی وہ اپنے مرتبہ کو عقل کی بنا پر نہ سمجھنے کی وجہ سے بلا تکلف کبھی کبھی جاہل بھی کہہ دیا جایا کرتا ہے۔

اسلام مذاہبِ عالم میں مذہبِ اسلام ایک فطری مذہب ہے۔ دین اسلام کے زریں اصول انسانی فطرت کے طبعی تقاضوں کی ایک آہنی قلعہ کی طرح حفاظت کرتے ہیں۔ اسلام کے سنہری اصول آسمان اور زمین کی گہرائی اور پرواز پر اس کا ساتھ چھوڑ کر اسے مایوس اور شرمندہ نہیں کرتے۔ بلکہ اسلامی احکام اسلام کی سوئی ہوئی اور بے حس و حرکت قوتوں کو عقل کی کسوٹی پر پرکھنے کے بعد اسے بیدار، سرشار اور مطمئن کر دیتے ہیں۔ اسلام کے ظہور سے آج تک اسلامی قوانین کی برتری کی زندہ مثالیں ایک دو نہیں ان گنت ہیں۔ سب سے پہلے اسلام کے بنیادی مسئلہ توحید ہی کو لے لیجیئے اسلام کی بعثت سے قبل دنیا کی آبادی کا ایک کثیر حصہ بت پرستی میں مبتلا تھا۔ لیکن اب ساری دنیا کی بت پرست قومیں بت پرستی کے عقیدے کو انسانیت کی سب سے بڑی توہین سمجھتی ہیں۔ اسی طرح سود، شراب خوری اور تعددِ ازدواج وغیرہ کے مسائل تھے۔ کہ پہلے تو لوگ اسلام کی مخالفت میں نہیں تو کم از کم اس کی تائید میں بھی کوئی حق بات کہتے ہوئے ڈرتے تھے۔ لیکن اب بڑے بڑے لوگ علانیہ کہہ رہے ہیں کہ دنیا کی آبادکن جنگ میں سب سے بڑا حصہ سود کا ہے۔ یہی حال تعددِ ازدواج کا ہے۔ کہ اب ایک دنیا یہ کہہ رہی ہے کہ انسان اپنی بعض فطری ضروریات کی وجہ سے تعددِ ازدواج کے لئے مجبور ہے۔ طلاق ایک ایسا پیچیدہ مسئلہ تھا کہ اسلام کے نہ ماننے والے اس لازمی قانون کی شدت سے مخالفت کرتے تھے۔ لیکن اب زمانہ کی طبعی تغیر نے اس مسئلہ کو عورتوں کے سماجی اور فطری تقاضوں کا سب سے بڑا اصل مان لیا ہے۔ چنانچہ اخبار قومی آواز ۲۰ ر اگست ۱۹۵۳ء میں بعنوان "طلاق بل کو جلد منظور کر دیا جائے"! "عورتوں کا وفد نہرو کے پاس" لکھتا ہے "نئی دہلی ۱۹ ر اگست کل ہند خواتین کانفرنس کی مجلس عاملہ کا ایک جلسہ ۲۲ ر اگست کو لیڈی ارون ہسپتال میں ہندو شادی اور طلاق بل پر غور کرنے کیلئے ہوگا۔ اس جلسہ میں غور کیا جائیگا۔ اسمبلی کی باقی ہے کہ اس بل پر جلدی پارلیمنٹ میں بحث شروع ہوگی جلسے کے بعد مسز لیوکارسے کی رہنمائی میں ایک وفد وزیر اعظم پنڈت جواہر لال نہرو سے ملاقات کریگا۔ اور ان سے درخواست کریگا کہ وہ اس بل کو جلد منظور کرانیکی کوشش کریں۔ تاکہ مصیبت زدہ عورتیں اس سے فائدہ اٹھا سکیں اس عبرتناک رپورٹ میں مسئلہ طلاق کو سماجی زندگی اور بقائے انسانیت کیلئے جن دردناک الفاظ میں بیان کیا گیا ہے یہ اسلام کے ایک فطری مذہب ہونیکی بہت بڑی دلیل ہے۔

سہ ماہی اول میں چندہ ادا نہ کرنیوالی جماعتیں

قابل توجہ عہدیداران مال جماعت ہائے احمدیہ ہندوستان

صدر انجمن احمدیہ قادیان کے بجٹ سال ۵۴-۱۹۵۳ء کی سہ ماہی اول گزر چکی ہے۔ شروع سال میں جملہ جماعتوں کے عہدیداران مال کی خدمت میں بجٹ سال رواں کی منظوری بھجواتے ہوئے خاص طور پر لکھا گیا تھا۔ کہ وہ اپنی جماعت کے چندہ جات کی وصول میں خاص طور پر توجہ دیں نیز تدریجی بجٹ کے مطابق چندہ وصول کر کے ہر ماہ کی ۲۰ تاریخ تک رقم مرکز میں بھجواتے رہا کریں لیکن وصول شدہ چندہ کی رفتار سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض جماعتوں کے عہدیداران اپنی ذمہ داریوں کو کما حقہٗ ادا نہیں کیا۔ ابھی متعدد جماعتیں ایسی ہیں جن کی طرف سے سہ ماہی اول میں چندہ کی کوئی رقم وصول نہیں ہوئی۔ یا تدریجی بجٹ کی نسبت سے بہت قلیل رقم وصول ہوئی ہے۔

لہٰذا جملہ عہدیداران مال کو بذریعہ اعلان ہذا ایک بار پھر توجہ دلائی جاتی ہے کہ وہ اپنی ذمہ داری کو پوری طرح سمجھیں اور جماعت کے ہر فرد کو باقاعدگی سے باشرح چندہ کی تحریک کریں۔ اور وصول شدہ چندہ کو بجائے اپنے پاس رکھنے کے بلا تاخیر مرکز میں بھجواتے رہیں۔ سلسلہ کی موجودہ غیر معمولی مشکلات اور ضروریات اس بات کی مقتضی ہیں کہ احباب جماعت مالی قربانیوں کے میدان میں اپنا قدم آگے بڑھا کر عملی رنگ میں اس بات کا ثبوت پیش کریں۔ کہ وہ درحقیقت دین کو دنیا پر مقدم رکھنے والے ہیں۔

سیکرٹریان مال کو چاہیئے کہ ماہ اگست کے آخر تک تدریجی بجٹ کے مطابق وصولی کر کے مرکز میں بھجوانے کی ہر ممکن کوشش کریں۔ نیز اپنی کارگزاری کے متعلق ماہوار رپورٹ بھی باقاعدگی سے بھجواتے رہیں۔ (ناظر بیت المال قادیان)

سرکاری اطلاعات

(از محکمہ تعلقات عامہ پنجاب)

ریاست میں جرائم سے متعلق صورت حالات بدستور تسلی بخش ہیں۔ جون ۱۹۵۳ء کے دوران میں تمام اقسام کے ۲۸۶۷ کیسوں کی اطلاع ملی اس کے بالمقابل جون ۱۹۵۲ء میں ۳۳۰۷ کیسوں کی اطلاع ملی تھی۔ گویا ۴۴۰ کیسوں کی کمی ہوئی شدید جرائم میں بھی گذشتہ سال کے بالمقابل کمی ہوئی۔ قتل کے کیسوں میں ایک کی۔ ڈکیتی کے کیسوں میں ۲ کی۔ رہزنی کے کیسوں میں ۲۰ کی۔ نقب زنی کے کیسوں میں ۱۰۷ کی اور چوری کے کیسوں میں ۲۷ کی کمی ہوئی۔

دو مسلح ڈاکو ایک حصار پولیس کے ہاتھوں اور دوسرا گوڑگاؤں پولیس کے ہاتھوں مسلح مقابلوں میں گولی سے ہلاک ہوئے۔

شراب کی ناجائز کشید کے خلاف اور ناجائز اسلحہ کی برآمدگی سے متعلق مہم زور و شور سے جاری رہی۔ قانون آبکاری کے ماتحت ۷۸۵ کیسوں کا اور قانون اسلحہ کے ماتحت ۱۱۸ کیسوں کا سراغ لگایا گیا۔ خوردنی اجناس کی خفیہ تجارت کے خلاف مہم سے بھی اچھے نتائج برآمد ہوئے۔ یعنی ۷۲ کیس رجسٹر کئے گئے۔ یہ کیس ان ۴۸ کیسوں کے علاوہ ہیں۔ جن کا اسنشل سپلائیز (عارضی اختیارات) ایکٹ کے ماتحت سراغ لگایا گیا۔

شملہ مورخہ ۴ ر اگست ۱۹۵۳ء

نمبر پی۔ آر = ۱۵۸۷۲/۵۳

بقیہ صفحہ ۔ الیواقیت والجواہر میں فرماتے ہیں بعد قولہ صلعم لا نبی بعدی ولا رسول المراد بہ لا مشرع بعدی (الیواقیت والجواہر جلد ۲ صفحہ ۲۲) کہ آنحضرت صلعم کا یہ فرمانا کہ لا نبی بعدی ولا رسول اس سے مراد یہ ہے کہ میرے بعد صاحب شریعت نہ ہوگا۔

لغت کی کتاب تکملہ مجمع البحار میں اس کے مصنف امام محمد طاہر فرماتے ہیں:۔

وھٰذا ایضًا لا ینافی حدیث لا نبی بعدی لانہ اراد لا نبی ینسخ شرعہ (تکملہ صفحہ ۸۵) یعنی حضرت عائشہؓ کا قول قولوا انہ خاتم الانبیاء ولا تقولوا لا نبی بعدہ یہ کہو کہ آنحضرت صلعم خاتم الانبیاء ہیں مگر یہ نہ کہنا کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا آنحضرت صلعم کی حدیث لا نبی بعدی کے مخالف نہیں ہے۔

۲۔ کیونکہ لا نبی بعدی سے آنحضرت صلعم کی مراد یہ ہے کہ آپ کے بعد کوئی ایسا نبی نہیں آسکتا جو آپ کی شریعت کو منسوخ کر دے۔

نواب صدیق حسن خان صاحب تحریر فرماتے ہیں لا وحی بعد موتی بے اصل ہے ہاں لا نبی بعدی آیا ہے۔ جس کے معنی نزدیک اہل علم کے یہ ہیں کہ میرے بعد کوئی نبی شرع ناسخ لیکر نہیں آئیگا۔ (اقتراب الساعۃ صفحہ ۱۶۲) (باقی)

خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیا کریں۔ ورنہ عدم تعمیل کی ذمہ داری آپ پر ہوگی

(مینیجر)

سرکاری اطلاعات

(از محکمہ تعلقات عامہ)

اطلاع عامہ کے لئے اعلان کیا جاتا ہے۔ سکھ گوردوارہ ایکٹ کے ماتحت تازہ فہرست ہائے رائے دہندگان کی تیاری کے لئے اقدامات کئے جا رہے ہیں۔ ناموں کی رجسٹریشن ۲۴ اگست ۱۹۵۳ء سے شروع ہو کر ۲۳ اکتوبر ۱۹۵۳ء کو یا اس تاریخ کے قریب مکمل سکھ گوردوارہ ایکٹ (تازہ ترین ترمیم کے مطابق) کی دفعہ ۴۹ کی شرائط کے مطابق ہر وہ شخص کسی حلقہ نیابت کی فہرست رائے دہندگان میں اپنا نام درج کرانے کا اہل ہوگا۔ جو اس حلقہ نیابت کا باشندہ ہو۔ اور ۲۱ سال سے زیادہ عمر کا سکھ ہو۔ لیکن ایسا کوئی شخص رجسٹرڈ نہیں کیا جائے گا جو:۔

(الف) اپنی داڑھی یا سر کے بال کاٹتا یا مونڈتا ہو (سوائے سہج دھاری سکھوں کی ــ ــ ــ صورت میں)

(ب) تمباکو پیتا ہو۔

(ج) ایسے مشروبات استعمال کرتا ہو جن میں الکحل کی آمیزش ہو۔

ضروری اہلیتیں رکھنے والا کوئی شخص جو کسی ایسے حلقہ نیابت جس کا وہ باشندہ ہو۔ ووٹر کے طور پر اپنا نام رجسٹرڈ کرانا چاہتا ہو۔ اس ریونیو اسٹیٹ کے پٹواری کے پاس جس کا وہ باشندہ ہو یا اگر وہ کسی قصبہ کا باشندہ ہے۔ تو متعلقہ ضلع کے ڈپٹی کمشنر کی طرف سے مقرر کردہ شخص کے پاس، یا اگر ڈپٹی کمشنر کسی شخص کو اس مقصد کے لئے مقرر نہ کرے تو لوکل اتھارٹی کے سیکرٹری کے پاس اپنا نام درج کرا سکتا ہے۔ اگر وہ ایک سے زیادہ حلقہ ہائے نیابت کا باشندہ ہو تو وہ ایک سے زیادہ حلقہ ہائے نیابت میں ووٹر کے طور پر اپنا نام رجسٹر نہیں کرا سکے گا۔

درخواست ذاتی طور پر یا تحریری طور پر کسی قسم کے کاغذ پر جس پر کہ درخواست دہندہ کے دستخط یا انگوٹھا کا نشان موجود ہو، دی جا سکتی ہے۔ اور اس میں درخواست دہندہ کا (۱) مکمل نام (۲) والد کا نام (شادی شدہ عورت یا بیوہ ہونے کی صورت میں خاوند کا نام دیا جانا چاہئے) (۳) عمر (۴) ذات اور (۵) جائے بود و باش (موضع/قصبہ ـ تھانہ/وارڈ ذیل/سرکٹ تحصیل اور ضلع) کسی شخص کا نام اُس وقت تک رجسٹر نہیں کیا جائے گا۔ جب تک کہ وہ ذیل میں شائع ہونے والے فارم میں بیان نہیں دے گا۔ اگر درخواست دہندہ تعلیم یافتہ ہو تو مذکورہ بیان اُن متبادل مدات کو جو متعلقہ کیس میں لاگو نہ ہوتی ہوں، کاٹنے کے بعد دستخط کر دینے کے ذریعے کیا جا سکتا ہے۔ اگر درخواست دہندہ غیر تعلیم یافتہ ہو۔ تو اس فارم میں مندرجہ بیان کو دہرانا ہوگا۔ اور لاگو نہ ہونے والی مدات کو کاٹنے کے بعد انگوٹھے کا نشان لگانا ہوگا۔ درخواست دہندگان کو چاہیئے کہ وہ اُن افسروں سے رسیدیں حاصل کریں۔ جنہیں وہ اپنی درخواستیں دیں۔

"اعلان"

"میں ــــ ولد/زوجہ ــــ عمر ــــ ذات ــــ پیشہ ــــ سکنہ ــــ بیان کرتا ہوں۔ کہ:۔

(۱) میں مسنہ سہج دھاری سکھ ہوں

میں اپنی داڑھی یا سر کے بال کاٹتا یا مونڈتا نہیں ہوں۔

(ب) میں تمباکو نہیں پیتا ہوں۔

(ج) میں ایسے مشروبات استعمال نہیں کرتا جن میں الکحل ہو۔

بیان دینے والے کے دستخط ــــ

کواپریٹو تحریک ریاست میں بدستور تسلی بخش طور پر ترقی کر رہی ہے۔ ماہ جون ۱۹۵۳ء کے دوران میں ۱۴۳ مزید کواپریٹو سوسائٹیاں رجسٹرڈ کی گئیں جس سے رجسٹرڈ کردہ سوسائٹیوں میں سے جو جون کی کل تعداد ۱۵۷۶۸ تک پہنچ گئی۔ ان ۱۴۳ سوسائٹیوں میں سے جو جون میں رجسٹرڈ کی گئیں ۷۰۔ پچت اور قرضہ سے متعلق ۴۲ لیبر اینڈ کنسٹرکشن ۹ زمین کی حفاظت سے متعلق اور ۹ کواپریٹو فارمنگ سوسائٹیاں تھیں

خرید و فروخت سے متعلقہ سوسائٹیوں نے جون ۱۹۵۳ء کے دوران میں بالترتیب ۱۵۰۶۲۴ روپیہ ۵۰۸۵۰۶ روپیہ کی مالیت کا سامان خرید ا اور فروخت کیا۔ کثیر المقاصد سوسائٹیوں نے عرصہ مذکور کے دوران میں ۱۶۰۶۲۸ روپیہ کی مالیت کا سامان خریدا اور ۲۳۶۱۱۷۷ روپیہ کی مالیت کا سامان فروخت کیا۔

طبی امداد اور صحت عامہ سے متعلقہ سوسائٹیاں بدستور مفید کام کرتی رہیں۔ اور عرصہ مذکور کے دوران میں ان سوسائٹیوں نے ۲۱۰۸۴ مریضوں کا علاج کیا۔ ان سوسائٹیوں سے ملحقہ ۳۶ نرس دائیوں نے زچگی کے ۱۸۰ کیسوں کی دیکھ بھال کی۔

بہتر کھیتی باڑی سے متعلقہ سوسائٹیوں اور کواپریٹو فارمنگ سوسائٹیوں نے ۲۶۰ ایکڑ جنگل کو صاف کیا اور عرصہ مذکور کے دوران میں ۱۲۷۰۰ روپیہ کی مالیت کی اشیاء منڈی میں فروخت کیں۔ ان سوسائٹیوں کی طرف سے ۷۹۵۰ روپیہ کی مالیت کا بھوسہ اور چارہ بھی فروخت کیا گیا۔

ٹرانسپورٹ سوسائٹیوں نے ۲۳۷۳۲ روپیہ آمدنی پیدا کی اور تقریباً ۲۹۲۲۷۹ روپیہ خرچ کیا۔ عرصہ مذکور کے دوران میں لیبر کنسٹرکشن سوسائٹیوں کو ردپڑا اور روہتک میں بالترتیب ۱۲۴۰۰۰ اور ۸۴۲۵۴۹ روپیہ کی مالیت کا کام الاٹ کیا گیا

شملہ مورخہ ۱۴ اگست ۱۹۵۳ء۔ نمبر پی۔ آر = ۱۶۷۵۳/۵۳۔

جمع کرائی گئی ضمانتوں کی واپسی

پنجاب (ہندوستان) اور پنجاب (پاکستان) کی حکومتوں نے پنجاب (پاکستان) میں ان غیر مسلم اشخاص کی طرف سے جن کے مقدمات زیر سماعت تھے اور پنجاب (ہندوستان) میں اُن مسلم اشخاص کی طرف سے جن کے مقدمات زیر سماعت تھے۔ عدالتوں میں جمع کرائی گئی ضمانتوں کی رقوم کے تبادلہ کے سوال پر غور کیا ہے۔ اب یہ فیصلہ کیا گیا ہے کہ عام اصول کے مطابق تمام اقسام کے ڈیپازٹوں (جن میں مذکورہ زیر غور ضمانتیں شامل ہیں) کے لئے کلیموں کی چارہ جوئی اپنے اپنے ڈپٹی ہائی کمشنروں کی وساطت سے کی جانی چاہیئے۔

اس لئے کلیم رکھنے والے غیر مسلم اشخاص کو مشورہ دیا جاتا ہے کہ وہ اپنے ضمانت سے متعلقہ ڈیپازٹوں کی واپسی کے لئے لاہور میں انڈین ڈپٹی ہائی کمشنر سے رجوع کریں۔

شملہ مورخہ ۱۲ اگست ۱۹۵۳ء۔ نمبر پی۔ آر = ۱۶۵۰۹/۵۳

۱۹۵۴ء میں سورج گرہن

۳۰ جون ۱۹۵۴ء کو مکمل سورج گرہن لگنے والا ہے۔ صرف یہی سورج گرہن ہے۔ جو ۱۹۵۴ء کے دوران میں کورو کشیتر میں دکھائی دے گا۔

۱۹۵۵ء میں دو اور سورج گرہن لگیں گے اور دونوں جزوی طور پر کورو کشیتر میں دکھائی دیں گے۔ شملہ ۱۵ اگست ۱۹۵۳ء۔ پی۔ آر = ۱۶۷۶۶/۵۳

جون ۱۹۵۳ء کے آخر میں پنجاب میں ۹۱۴ لڑکے اور ۱۱۲۹ لڑکیاں صنعتی اور ٹیکنیکل تعلیم حاصل کر رہے تھے۔ مزید براں ۲۲۶ طلباء کو تجرباتی پارٹیوں کی طرف سے ٹریننگ دی جا رہی تھی۔

علاوہ ازیں ۱۲۰۷ اشخاص ان پیشہ ورانہ ٹریننگ سنٹروں میں ٹریننگ حاصل کرتے رہے۔ جو حکومت کی ری ہیبلیٹیشن سکیم کے ماتحت چلائے جا رہے ہیں۔

شملہ مورخہ ۱۵ اگست ۱۹۵۳ء

نمبر پی۔ آر = ۱۶۷۸۲/۵۳